دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماهنامه نقوشِ اسلام

Issue.No 12	ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ (February 2014) فروری ۲۰۱۴ء	VOL.No.8

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا حسن مرچی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی — الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب — مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا محمد اختر قاسمی — مولانا یحییٰ بام — مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

❁ مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری
❁ حافظ عبدالستار عزیزی ❁ ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ.....................۱۵/روپے
سالانہ.....................۱۸۰/روپے
خصوصی...... ......۵۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۵۰/ڈالر

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA. Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: **09719639955**

منیجر توسیع و اشاعت : قاری محمد صالحین
08859806425 / 09813806392

Monthly Nuqoosh-e-Islam,
A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTEDAT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

iles\A017.TI not found. Files\A025.TIF not found. iles\A017.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
ممبئی اور سورت کا ایک سفرنامہ	ابوعبداللہ عزیزی	
ملفوظات		۸
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری	مولانا محمد انوری لائل پوری	
سیرت نبوی ﷺ		۱۴
حیات نبوی کا مکی دور......	مولانا مفتی محمد اللہ خلیلی قاسمی	
جائزہ		۱۸
کونسا انسان افضل ہے	ابوخدیجہ عزیزی ندوی	
تابش دین		۲۱
جامعۃ القراءات کفلیتہ اور اسکے روح رواں	حمید اللہ قاسمی کبیرنگری	
حسن تربیت		۲۴
تربیت اولاد میں باپ کا کردار	مولانا رحمت اللہ نیپالی ندوی	
تعارف		۳۱
اردو زبان میں اپنی نوعیت......منفرد شرح صحیح مسلم	ابوامامہ عزیزی	
احسان وتصوف		۳۳
مذہبی انتہا پسندی کے خاتمہ کیلئے......	مولانا غلام رسول دہلوی	
فقہ ومسائل		۳۶
کرسیوں پر نماز پڑھنا شریعت کی روشنی میں	مفتی سید محمد ریاض ندوی	
اصلاحیات		۴۰
خواتین کا لباس شریعت کی روشنی میں	سارہ عزیزی، مظفرآباد	
دعوت دین		۴۲
عبادت میں ریاکاری کا انجام	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۶
نئی کتابوں پر تبصرہ	مولانا عبدالقیوم حقانی / محمد مسعود عزیزی ندوی	
مراسلات		۴۷
آپ کے خطوط	(ادارہ)	

ماہنامہ ”نقوش اسلام“ کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی	// //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی	// //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
۱/۴ صفحہ //		۴۰۰............

اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۸۰؍روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔(ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

ممبئی اور سورت کا ایک سفرنامہ

ابوعبداللہ عزیزی

ہمارے ادارے میں ایک اسلامک سینٹر کی عمارت تعمیر ہوئی ہے، جس کے رنگ وروغن اور دروازے کھڑکیوں کے خرچ کے سلسلہ میں مخیّرین حضرات سے ملاقات کے لئے ممبئی کا سفر کیا، اس نوعیت کا یہ سفر پہلی مرتبہ ہوا، سفر چونکہ بہت سے حضرات اور مختلف الخیال وافکار لوگوں سے ملاقات اور تبادلہ خیال کا ذریعہ ہوا کرتا ہے، اس لئے ہمارے اس سفر میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا، ہمیں اپنے اس سفر کے متعلق ترتیب اور تفصیل سے یہ نہیں بتلانا ہے کہ ہم اس سلسلہ میں کن کن حضرات سے ملے، اور کس نے کتنا تعاون کیا، اور نہ یہ بتلانا ہے کہ کہاں سوئے، کہاں رہے، کہاں کھانا کھایا، دراصل بتلانا یہ ہے کہ مخیّرین سے تبادلہ خیال میں کیا باتیں سامنے آئیں اور ان کی کیا چاہت اور خواہش ہے اور وہ مدارس اور اہل مدارس کے تئیں کیا جذبات ونظریات رکھتے ہیں۔

۞ ۱۶؍جنوری ۲۰۱۴ء کورات میں ساڑھے آٹھ بجے باندرہ ہریدوار سپر فاسٹ ایکسپریس سے ٹپری (سہارنپور) سے سوار ہوکر اگلے روز ۱۷؍جنوری کورات میں ساڑھے دس بجے باندرہ پہنچے، ساتھ میں مولوی حمید اللہ قاسمی کبیر نگری تھے، ہمارے میزبان جناب الحاج شکیل احمد صاحب اسٹیشن پر اپنی گاڑی لئے استقبال کے لئے موجود تھے، کرلا میں ان کے گھر کھانا کھایا، پھر ان کے آفس میں مستقل قیام رہا، جنہوں نے میزبانی کا حق ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے بھائی شریف خان کو خوش رکھے اور ان کے کاروبار میں ترقی عطا فرمائے کہ ہم تین دن کے علاوہ بقیہ ۱۶؍دن انہیں کے یہاں مقیم رہے۔

۞ اگلے روز صبح کو شکیل بھائی نے الحاج نذیر احمد صاحب سے ملاقات کرائی، یہ ہمارے مدرسہ میں آچکے ہیں، انہوں نے بتلایا کہ میرے پاس دو غیر مقلد عالم آئے، اور انہوں نے تقلید کے سلسلہ میں گفتگو کرنا چاہی، میں نے ان کو بتلایا کہ سورۂ فاتحہ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا وہ ''توحید'' ہے، اور ایاک نعبد سے آخر سورت تک یہ ''تقلید'' ہے، بس یہ سنتے ہی وہ غیر مقلد چلتے بنے، مجھے نذیر بھائی کی یہ بات پسند آئی، کہ تقلید کے مسئلہ کو اتنی آسانی سے چٹکیوں میں سمجھا دیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

۞ مغرب کی نماز بعد ہماری مولانا رضوان اللہ صدیقی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بہت محبت واکرام کا معاملہ کیا، تعاون بھی کیا اور دوستوں سے ملاقات بھی کرائی، اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست علم عطا فرمایا ہے، اس کے باوجود جو بات ان کو دریافت طلب یا تحقیق طلب معلوم ہوتی ہے، اس کے معلوم کرنے میں کوئی تکلف نہیں کرتے، چنانچہ انہوں نے معلوم کیا کہ کرسی پر معذور آدمی نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، اور اگر پڑھ سکتا ہے تو کیا بیچ، اسٹول یا کرسی ہی میں لگی ہوئی تختی پر سجدہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے دونوں مسئلہ کے سلسلہ میں بیہقی کی روایت کا حوالہ بھی دیا، جس سے جواز تو خود معلوم ہوگیا، مگر مجھے تحقیق نہیں تھی، اس لئے میں نے کہا کہ تحقیق کے بعد بتلاؤں گا، انشاء اللہ، پھر اگلی ملاقات پر انہوں نے راقم کی کتاب ''قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت'' میں مرزا قادیانی جو اپنے جھوٹے دعوؤں میں اپنے آپ کو بروزی اور ظلی کہتا ہے، اس سلسلہ میں پوچھا کہ اس سے وہ کیا کہنا چاہتا ہے، اسی طرح انہوں نے راقم کی کتاب ''امامت کے احکام ومسائل'' میں بدعتی کی امامت کے سلسلہ میں سوال کیا کہ ابھی تک ہمارے علماء ان کیلئے نرم رویہ اور اعتدال کی راہ اختیار

کئے ہوئے ہیں، اوران کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، مگر یہ لوگ بہت ہی متشدد، متعصب اور گمراہ کن عقیدہ اختیار کئے ہوئے ہیں، اس سلسلہ میں ہمارے علماء بھی لکھیں کہ جس بدعتی کے عقائد گمراہ کن ہوں اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، اس طرح ان کے اس تحقیقی مزاج سے بڑی خوشی ہوئی۔

۱۹؍جنوری کی صبح وسئی روڈ گئے، وہاں ہمارے رفیق سفر مولوی حمیداللہ قاسمی کے گاؤں ''جوری'' کے لوگ رہتے ہیں، ان حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں، وہ بھی بڑی محبت اور ہمدردی سے ملے، اور تعاون کیا، مغرب بعد مولانا سرور صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بعض سیاسی مسائل پر گفتگو کی، خاص طور سے مظفر نگر کے حالات کے متعلق بڑی فکرمندی اور ہمدردی کا اظہار کیا، اور مسلمان قائدین اور زعماء کی بے حسی کے سلسلہ میں تبادلہ خیال کیا، پھر صبح کو وہاں سے نالہ سپارہ ہوتے ہوئے قیام گاہ پہنچے۔

آئندہ روز ایک تاجر سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بڑی محبت وعقیدت کا معاملہ کیا، تعاون کا وعدہ کیا، ان کی ایک نئی دوکان کی سیٹنگ ہورہی تھی، جس کے لئے انہوں نے کہا کہ حضرت یہ کل مکمل ہوجائے گی، آپ شام کے وقت دعا کرادیجئے گا، ہماری کتابوں اور تحریروں سے وہ بہت متأثر ہوئے، بعض احباب کو اس کا علم ہوگیا، تو انہوں نے شاید ان کو بدظن کردیا، اس لئے کہ اگلے دن تاجر صاحب کا فون آتا ہے کہ مولانا آج آپ نہ آئیں بلکہ دو دن بعد میں فون کروں گا، تب آنا، اس کے بعد انہوں نے نہ بلایا نہ فون کیا اور نہ فون اٹھایا اور What,s app (واٹس اپ) بھی بلاک کردیا، اس کے بعد کئی مرتبہ ان کی دوکان کے چکر کاٹے مگر وہ نہ ملے، آخر ایک دن جب انتظار کرتے کرتے ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ ہوگیا، تو ان کے کام کرنے والوں نے فون پر ان کو ہماری آمد کے سلسلہ میں بتلایا، تو انہوں نے اپنے مینیجر کے ذریعہ تعاون کروایا، البتہ ملاقات نہ ہوئی، اللہ ہی بہتر جانے کیا معاملہ ہے۔

ہمارے دیرینہ خیرخواہوں اور مخلص اہل تعلق میں ہمارے دوست وکرم فرما جناب الحاج احمد مکلائی صاحب ہیں، جو ہماری تحریروں کو ایک زمانے سے پڑھتے ہیں، ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے محبت ہے، اللہ تعالی نے ان کو بہت سی خصوصیات سے متصف فرمایا ہے، دین داری کے ساتھ دین پسندی ان کا مزاج ہے، اللہ تعالی ان کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے، کئی مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی، اور ہر مرتبہ انہوں نے اپنی محبت وتعلق اور ہمدردی کا بھرپور اظہار فرمایا، اور اپنے بعض بے تکلف دوستوں سے بھی ملاقات کرائی، اللہ تعالی ان کی محبت وتعلق کو قبول فرمائے، اوران کے کاروبار میں خوب ترقی عطا فرمائے۔

۲۳؍جنوری کی شام کو ہمارے ایک دوست جناب انجینئر کیو ایس خان صاحب نے دعوت کررکھی تھی، اس لئے مغرب بعد سونا پور بھانڈوپ جانا ہوا، اوران کے ساتھ کھانا کھایا، اور کچھ علمی تبادلہ خیال ہوا، ان کی کتاب دولت مند کیسے بنیں، اس پر راقم کا مقدمہ ہے، جس کو انہوں نے ''قانون ترقی'' کے نام سے شائع کیا، میں نے کہا کہ آئندہ ایڈیشن میں نام بدل دیجئے، اس لئے کہ ''دولت مند کیسے بنیں؟'' یہ ہر آدمی کے دل کی آواز ہے، اور آدمی آج کل جو بھاگ دوڑ کررہا ہے، اس کی ساری کوشش اسی میں صرف ہورہی ہے، کہ وہ متمول کیسے بن جائے، ان کو بھی یہ بات پسند آئی، اور انہوں نے نام بدلنے کا وعدہ کیا۔

۲۴؍جنوری کو جمعہ کی نماز سے قبل کرلا کی مسجد خلیلیہ میں تقریر کا پروگرام طے تھا، اس لئے وہاں نماز جمعہ سے قبل محبت رسول اور عشق رسول سے متعلق بیان ہوا، ممبئی میں اکثر جگہ بدعتی لوگوں کی بہتات معلوم ہوئی، اوران کا صرف زبانی دعوی عشق رسول کا ہوتا ہے، کہ جو عاشق رسول نہیں وہ مسلمان نہیں، عمل اور اتباع سنت کا ان کے یہاں کوئی اہتمام نہیں، اس لئے ان کو بتلایا کہ عشق رسول کا کیا تقاضہ ہے، اور عاشق رسول پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اور صحابہ کرام نے عشق رسول کے کیسے کیسے نمونے پیش کئے، اس کی مثالیں دیکر سمجھایا۔

❁ جمعہ کے بعد جناب الحاج امجد بھائی کو میرا روڈ میں فون سے مطلع کر دیا تھا، اس لئے عصر سے قبل وہاں پہنچ گئے، عصر بعد ان کی مسجد میں ان سے تفصیل سے بات چیت ہوئی، بہت سے مسائل کے سلسلہ میں تبادلہ خیال ہوا، انہوں نے بتلایا کہ اپنے علاقے مظفر نگر میں فسادات سے متأثر لوگوں کے لئے ایک کالونی بھی بنا رہے ہیں، وہ کئی سال قبل الحاج عتیق احمد صاحب رائے پوری کے ساتھ راقم کے غریب خانہ پر آ چکے ہیں، پھر رائے پور کی نسبت کی بنا پر انہوں نے بہت اکرام کیا، مغرب کے بعد وہ اپنے آفس میں لے گئے، وہاں بھی بہت سی باتیں ہوئیں، وہیں انہوں نے کھانے کا نظم کیا، رات میں ان کے مہمان خانے میں قیام ہوا، وہاں سے صبح ناشتہ کے بعد جامع مسجد ممبئی پہنچے، جہاں ہمارے ایک دوست مولانا سید سعد ندوی رہتے ہیں جو ہمارے استاذ محترم مولانا سید سلمان نقوی کے ماموں زاد بھائی ہیں، اور آج کل دبئی کی ایک کمپنی ''شرکہ ماجد'' کے تحت وہاں ڈیجیٹل لائبریری کے سلسلہ میں کام کر رہے ہیں، یہ آج کل کتابوں کو محفوظ کرنیکا اچھا طریقہ ہے، انہوں نے دو پہر کے کھانے کا نظم ہوٹل میں کیا، اور بہت محبت و ہمدردی کا معاملہ کیا اور بعض ندوی احباب کا پتہ بتلایا، جامع مسجد کے پاس ہی حاجی عبدالرحمٰن صاحب (عطر والے) سے ملاقات ہوئی، وہ بھی بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔

❁ پھر مولانا سعد صاحب کی رہنمائی سے صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے صاحبزادے مولانا رشید احمد ندوی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بہت ہمدردی کا مظاہرہ کیا، اپنے بعض احباب سے تعارف کرایا اور اپنے مکان کے متعلق بتلایا کہ یہاں حضرت تھانوی کو چھوڑ کر اکثر اکابرین تشریف لائے ہیں، کئی مرتبہ مولانا سے ملاقات ہوئی، ہر مرتبہ انہوں نے محبت و تعلق کا ثبوت دیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، پھر جناب فیضان اعظمی سے ملاقات و تعارف ہوا، انہوں نے بڑی ہمدردی کی، دو مرتبہ ہوٹل پر کھانے کی دعوت کی، اور اپنے بعض دوستوں سے ملاقات بھی کرائی، اور اس سلسلہ میں بھر پور کوشش کی، خاص طور پر زبیر بھائی نے بڑی دلچسپی لی، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

❁ کرلا ہی میں رحمانیہ مسجد میں ہمارے کلاس فیلو مولانا آصف ندوی لکھنوی سے بھی ملاقات ہوئی، ہمارے دوست کرم فرما مولانا جمال صاحب ندوی نے مولانا آصف صاحب کا نمبر بتلایا، چنانچہ مولانا آصف صاحب سے ندوہ سے فراغت کے بعد تقریباً پندرہ سال کے بعد پہلی ملاقات ہوئی، مولانا نے بڑا استقبال کیا، بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور اپنے متعلقین مخیّرین سے تعاون بھی کرایا، وہ طالب علمی کے زمانہ میں بہت یکسو مزاج اور اپنے کام سے کام رکھنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا مقام عطا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ان کی محبت و ہمدردی اور تعلق کا دارین میں صلہ عطا فرمائے۔

❁ ۲۷ رجنوری کو ہم حج ہاؤس گئے، وہاں ہمارے قدیم دوست اور چاہنے والوں میں مولانا شاہد ناصری صاحب مدیر ''حج میگزین'' سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پر تپاک استقبال کیا، اپنی کتابیں پیش کیں، راقم نے بھی اپنی بعض چیزیں پیش کیں، مولانا نے اپنے ایک محبّ ڈاکٹر محمد علی کے نام خط لکھا، مگر سوئے اتفاق کہ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی، اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محبت و ہمدردی کا صلہ عطا فرمائے۔

❁ پھر اسی دن ایک تاجر کے پاس گئے، ان کے سامنے پہلے سے ایک مولانا بیٹھے ہوئے تھے، جن سے وہ دعوت کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے تھے، جب ہم پہنچے، تو ہم نے بھی ان کی دعوتی گفتگو سنی، وہ دعوت کا ایک خاص مفہوم سمجھا رہے تھے کہ غیروں کو کیسے دعوت دینی چاہئے، اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ ان کے اندر اس کی فکر رچ بس گئی، ہم نے قرآن کریم کی روشنی میں ان کو دعوت کا مفہوم سمجھایا، اور بتلایا کہ دعوت کا صرف ایک ہی مفہوم صحیح نہیں ہے، دعوت کا مفہوم وسیع ہے، اور دعوت کا کوئی صرف ایک ہی طریقہ منصوص نہیں ہے، دوسری ملاقات میں بھی ان سے اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی، اسی دوران ان کے ایک جاننے والے آگئے، جو سماجی مسائل سے دلچسپی لیتے ہیں، وہ کہنے لگے کہ

دعوت کا باب تو بخاری میں ہے نہ کہیں حدیث میں، نہ فقہ میں کہیں ہے، ہم نے کہا کہ پورا قرآن وحدیث اوران دونوں کی تشریح یہ دعوت ہی تو ہے، کلمہ پڑھو، توحید ورسالت کا عقیدہ اختیار کرو، نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوۃ دو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، یہ سب دعوت ہی تو ہے، پھران کو بتلایا کہ نبی کے طریقے پراور صحابہ کے طریقے پر جو دعوت دی جائے، تو وہ مؤثر ہوتی ہے، وہ کہنے لگے کہ مجھے تیس سال ممبئی میں ہوگئے، مجھے تو آج تک کوئی نہیں ملا، جو نبی کے طریقے پر دعوت دیتا ہو، بہر حال وہ صرف غیروں کو دعوت دینے ہی کو دعوت سمجھ رہے تھے۔

❁ ایک روز ایک دیندار اور دعوتی مزاج کے حامل تاجر صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے جمعرات کو صبح ۸ر بجے ناشتہ پر بلایا، ان کی قیام گاہ پر پہنچے، اول اول تو تعارف کا سلسلہ قائم ہوا، اس لئے کہ پہلے سے دو عالم بھی وہاں موجود تھے، تعارف کے بعد ان داعی تاجر نے دعوت کے سلسلہ میں گفتگو کی اور اپنے مدارس ومکاتب کے دوروں کے سلسلہ میں اور زندگی کے تجربات کے سلسلہ میں گفتگو کی، ان کی گفتگو ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہی، یہ تاجر صاحب خالص دنیا داری کا مزاج رکھتے تھے، مگر اللہ کی توفیق سے ان کی زندگی میں انقلاب آ گیا، اور ان کا دعوتی ذہن بن گیا، پھر انہوں نے اگلے دن اپنے آفیس میں بلایا اور تعاون کیا، وہاں بھی تقریباً پونہ گھنٹہ ان کا سلسلہ کلام جاری رہا، اللہ تعالی ان کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت با کرامت رکھے۔

❁ اسی طرح ایک بہت بڑے تاجر سے ملاقات ہوئی، ان سے بھی مدارس کے سلسلہ میں تبادلہ خیال ہوا، انہوں نے فرمایا کہ مدارس میں فیس کا نظام نافذ کیا جائے، جس سے مدارس کو فائدہ ہو، اور بعض صنعتی شعبوں کے سلسلہ میں بھی بات چیت کی اور تعاون کا وعدہ بھی کیا، اللہ تعالی ان کے کاروبار میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

❁ ایک روز ایک مخلص دوست کی معرفت مومن نگر میں مولانا محمد ہارون صاحب سے ملاقات اور تعارف ہوا، انہوں نے بتلایا کہ آج کل ہمارے یہاں تعاون کا کام بند ہے، اس لئے کہ بعض غلط لوگ آئے، جن کی وجہ سے فی الحال کام بند کرنا پڑا، پھر انہوں نے تفصیل سے بتلاتے ہوئے ذکر کیا کہ بعض ایسے ایسے لوگوں نے بے راہ روی اختیار کی، اور بدعنوانی کی کہ اگر نام لوں تو آپ بھی شرما جائیں، بہر حال آئندہ رابطہ رکھنے کا اور تعاون کا وعدہ کیا، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

❁ یکم فروری کو ایک اہل تعلق الحاج غلام مصطفیٰ صاحب کی دعوت پر ان کے دولت خانہ ''بورے والی'' گئے، ان کا لڑکیوں کا مدرسہ ''جامعۃ الصالحات'' نالا سپارہ میں ہے، ان کے یہاں قیام رہا، مصطفیٰ بھائی سماجی کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں، نومسلموں کو سرٹیفکیٹ فراہم کراتے ہیں، کسی کی شادی کراتے ہیں، اس روز بھی ایک نومسلم کا ختنہ کرا کر آئے تھے، انہوں نے پرتکلف دعوت کی، ۲ر فروری کی صبح وہاں سے واپس ہوتے ہوئے مالونی ملاڈ جانا ہوا، جہاں مولوی حمید اللہ قاسمی کے چچازاد بھائی مولانا محمد ارشد صاحب قاسمی سے ملاقات ہوئی، ان کے یہاں دوپہر کا کھانا کھایا، اور شام کو اپنی قیام گاہ پر آ گئے۔

❁ ۳ر فروری پیر کو ایک تاجر کے پاس گئے، انہوں نے مدارس میں جو کھانے کے طریقہ ہے کہ طلبہ لائن لگا کر کھانا لیتے ہیں، اور پھر ہاتھ میں لیکر جاتے ہیں، ایک جگہ یا ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر نہیں کھاتے، اس سلسلہ میں انہوں نے فکرمندی ظاہری کی اور کہا ڈائننگ ہال ہونا چاہئے، پھر انہوں نے کہا کہ ایک تکلیف کی بات یہ ہے کہ اکثر مدارس میں طلبہ کو ناشتہ نہیں دیا جاتا، کہ ہمیں بہت سے علماء بتاتے ہیں کہ ناشتہ کا بجٹ نہیں ہوتا، میں نے کہا کہ اکثر بڑے مدارس اور بہت سے متوسط مدارس میں ناشتہ کا نظم نہیں ہے، البتہ جو نئے مدارس یا متوسط

سے کم درجہ کے ہیں ان میں ناشتہ ملتا ہے، اور ہمارے یہاں بھی ملتا ہے، انہوں نے کہا کہ جب کہ اساتذہ اور ذمہ داران تو ناشتہ کرتے ہیں، میں نے کہا کہ طلبہ بھی اپنا ناشتہ کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ جو مالدار ہیں وہی تو کرتے ہیں، غریب طلبہ کیسے کریں گے، میں نے کہا کہ یہ بجٹ والی بات صحیح نہیں ہے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اس کی طرف دھیان نہیں دیا گیا، ورنہ کیا بات ہے کہ مدرسے والے جب کسی بلڈنگ، مسجد، وضوخانہ، کتب خانہ، باؤنڈری کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو مخیّرین سے ملتے ہیں، تو مخیّرین حضرات تعاون کرتے ہیں، تو کیا ناشتہ کا بجٹ بنا کر مخیّرین سے ملا جائے تو مخیّرین نہیں دیں گے، بالکل دیں گے، پھر یہ عذر صحیح نہیں ہے، ایک دوسرے پہلو کی طرف بھی ان تاجر صاحب نے توجہ دلائی کہ بڑے مدارس کے اندر بھی ناظرہ اور حفظ کا شعبہ ہے، یہ شعبہ چھوٹے مدارس میں ہونا چاہئے، وہاں حفظ وناظرہ کر کے پھر طلبہ بڑے مدارس میں آجائیں۔

۴؍فروری منگل کی صبح سورت آ گئے، حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب سے ملاقات ہوئی، بڑی محبت سے پیش آئے، وہ ناکارہ کی تحریروں کو پسند کرتے ہیں، انہوں نے اپنے ہوٹل میں قیام کرنے کے لئے فرمایا، مگر چونکہ اپنے دوست حافظ ریاض الدین کو اطلاع دے چکا تھا، اس لئے ان کے یہاں قیام کیا، بدھ کی صبح جامعۃ القرأۃ کفلیۃ جانا ہوا، ظہر بعد قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، تبادلہ خیال ہوا، انہوں نے کہا کہ صبح آپ کو اپنا انگلش میڈیم اسکول دکھلائیں گے، چنانچہ جمعرات کو ساڑھے دس بجے ان کے امن انگلش میڈیم اسکول ڈھابیل میں ان کے بیٹے عزیزم مولوی محمد یوسف سلمہ کار سے لیکر گئے، وہاں بچوں کے اسمبلی اور ثقافتی پروگرام میں شرکت کی، پھر حضرت قاری صاحب کے حکم سے طلبہ وطالبات کو نصیحت وبیان کرنے کا اعلان ہوا، تقریباً آدھا گھنٹہ راقم کا بیان ہوا، زبانوں کی اہمیت اور انگریزی کے سلسلہ میں گفتگو کی، اور بچوں کی انگریزی کی صلاحیت کو سراہا اور ان کو مبارکباد دی، پھر قاری صاحب نے ہر درجہ کا الگ الگ معائنہ کرایا، جہاں ۷۰۰؍بچے بچیاں داخل ہیں، فی الحال ساتویں کلاس تک یہ اسکول چل رہا ہے، ہر سال ایک درجہ بڑھاتے ہیں، اسکول کی عمارت کشادہ، صاف ستھری اور مضبوط ہے، جس میں دسویں تک کی کلاسوں کا نظم ہے، بہت اچھا نظام معلوم ہوا، کہ اسلامی ماحول میں رہ کر بچے بچیاں انگریزی کی تعلیم حاصل کررہے ہیں، اللہ تعالی قبول فرمائے، پھر ظہر بعد حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب کے پاس ان کے ہوٹل میں آ گئے، ان سے تفصیل سے گفتگو ہوئی، ان کے بیٹوں اور بھائیوں سے ملاقات ہوئی، وہ چلیاں برادری سے تعلق رکھتے ہیں، داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ بھی اسی برادری سے تعلق رکھتے تھے، اللہ تعالی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم رکھے، رات میں ۷؍فروری کو سوا بجے گولڈن ٹیمپل سے سوار ہو کر جمعہ کو رات ہی میں ساڑھے گیارہ بجے سہارنپور پہنچ گئے، اور اسی وقت بحمد اللہ بعافیت گھر پہنچ گئے۔

اس سفر میں بہت سے اچھے مخیّرین اور بعض اہل تعلق سے بھی ملاقات ہوئی، مگر ان کا نام کے ساتھ ذکر نہیں آیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سفرنامے میں کوشش کی گئی ہے کہ صرف کھانے پینے، ملنے جلنے، اٹھنے بیٹھنے کا ہی ذکر نہ ہو بلکہ جہاں کوئی تبادلہ خیال یا کوئی ایسی بات ہوئی، جس سے راقم کو یا قارئین کو کوئی فائدہ ہو سکے، اسی کا ذکر کیا ہے، اسی کے تناظر میں اس کو پڑھا جائے، باقی شکرگزار تمام معاونین، مخلصین اور محبین کا ہوں جن کی کسی بھی طرح کی ہمدردی حاصل ہوئی، خاص طور پر ہمارے علاقہ کے جناب قاری افضال صاحب مہتمم معہد القرآن الکریم اور مولانا قاری عثمان صاحب امام مسجد گھاس گلی کا بھی شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے اپنی ہمدردی اور محبت پیش کی، اللہ تعالی ان کو اور تمام ہمدردوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ملفوظات

ملفوظات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

مولانا محمد انوری لائل پوری (فیصل آبادی)

مؤمن مؤمن کے لئے آئینہ ھے

حضرت نے فرمایا کہ صوفی عبدالحمید صاحب کے والد ہمارے حضرت کی خدمت میں آئے تو ہیٹ کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے، حضرت نے کچھ اعتراض نہ کیا، بہت شفقت سے رکھا، کئی دن رہ کر گئے، پھر جب دوبارہ آئے، تو میں پہچان نہ سکا، پائجامہ پہنے ہوئے ٹخنے ننگے، دیسی جوتی، لاٹھی کے ساتھ لوٹا لٹکایا ہوا، دو پیسے کی ٹوپی سر پر، لمبا کرتا، ہم دیکھ کر حیران رہ گئے، دریافت کیا، چودھری صاحب وہ فیشن دار لباس کہاں گیا، فرمایا اس بوڑھے نے کچھ کر دیا، بس اس لباس سے نفرت ہی ہوگئی، پھر تو کایا پلٹ گئی، ریاست بھاولپور میں دسٹرکٹ جج تھے، بالکل سادے رہے، تہجد گزار ذاکر شاغل سادہ غذا درویش صفت بن گئے، حضرت نے اجازت بھی عطا فرمائی تھی کہ چودھری عالم علی سے کہنا کہ آپ جس انداز سے چل رہے ہیں چلتے رہئے، کوئی اللہ کا بندہ اللہ کا نام پوچھے تو بتلا دیا کریں، خود مجتہد نہ بن بیٹھے، شیخ کے پاس آتا رہے اور اپنے احوال ذکر کرتا رہے، شیخ کو آئینہ یقین کرے، مومن مومن کے لئے آئینہ ہے کہ عیوب دیکھتا ہے لیکن دوسروں کے پاس نہیں کھولتا اور خود چھپاتا نہیں، آدمی بعض دفعہ ناجائز امور کرتا رہتا ہے اور اس کو کمالات گمان کر لیتا ہے، شیخ اس کو مطلع کرتا ہے، اور اصلاح کرتا ہے، اسی لئے پیر کا ہونا ضروری ہے:

تا راہ بین نہ باشی کے راہ بر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

جوالا پور کے راجه کا پهلا لڑکا اور اس کا مسلمان هونا

غالباً ۱۹۴۰ء میں رائے پور میں فرمایا تھا کہ وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت جلال الدین بخاری قوم گوجر، جاٹ، راجپوت جو کوہ شوالک کے دامن میں بستے تھے، حضرتؒ کے فیض صحبت سے اسلام میں داخل ہوئے، حضرت مخدوم جہانیان جب ہریدوار کے قریب جوالا پور تشریف لائے، گاؤں سے باہر ایک پہاڑ میں ڈیرہ لگا لیا، لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوئے، راجہ کے اولاد نہیں تھی، اپنی رانی کو بھی ساتھ لے گیا اور عرض کیا، حضرت ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ خدائے تعالیٰ ہمیں اولاد نرینہ دے، آپ نے فرمایا ایک شرط ہے، پہلا جو آپ کے لڑکا ہوگا وہ ہم لیں گے، اس نے قبول کر لیا، آپ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے دو بیٹے عطا فرمائے گا، پھر آپ چند یوم قیام فرما کر چلے گئے، سترہ سال کے بعد تشریف لائے، راجہ اور رانی کو فکر لاحق ہوگیا کہ وعدہ کے موافق ہمیں اس لڑکے کو حضرت کے پاس لے چلنا چاہئے، پھر خیال آیا کہ چھوٹے بیٹے کو لیجاتے ہیں، جب حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت نے معاً فرمایا یہ تو وہ لڑکا نہیں ہے، بہت شرمسار ہوئے، ادھر اس لڑکے کے پیٹ میں درد اٹھا، پیغام پہنچا کہ لڑکا مرتا ہے، لاچار ہوگئے اور وہ لڑکا لاکر حضرت کو پیش کر دیا، حضرت نے فرمایا، اب ٹھیک ہے، فرمایا وہ وعدہ یاد ہے، راجہ نے کہا کہ حضرت خوب یاد ہے، فرمایا کہ پورا کرو، لڑکے کو فوراً حضرت کے سپرد کر دیا، حضرت نے فرمایا کہ پڑھ کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور قینچی سے سر پر سے بودی کاٹ دی اور اس کو اپنے پاس بٹھا لیا، گھر جا کر رانی

نے کہا ہم ہندو رہ کر کیا کریں گے، ہمیں مسلمان ہو جانا چاہئے، شام کو دونوں بھی حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے، اب تک جوالا پور میں ان دونوں بھائیوں کی اولاد ہے، مسلمان کی اولاد مسلمان راجپوت کہلاتی ہے اور ہندو کی ہندو راجپوت، پھر اور لوگ بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔

مقصود اللہ کی ذات ہونی چاہئے

فرمایا مقصود اصلی رضائے خدا کا حصول ہے، اور جو انوارات اور کیفیات راستے میں سالک کو نظر آئیں، انہیں میں نہیں رہ جانا چاہئے بلکہ ان سب پر لا کی نفی کھینچ دینا چاہئے، یہ سب غیر اللہ ہے، مقصود تو اللہ کی ذات ہے، یہ ساری کیفیات اگر نصیب بھی ہو جائیں، مگر رضائے مولا کے کام نصیب نہ ہوں، تو کچھ نہیں، کوشش کر کے سب کی نفی کرے اور اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچے، یہ کشف وکرامات تو زہر قاتل ہیں، ان کی طرف تو دھیان بھی نہ کرے ورنہ مارا جائے گا:

نفس وشیطاں زد کریمارا ہ من
رحمت باشد شفاعت خواہ من

بجز رحمت خداوندی کے کوئی منزل مقصود پر نہیں پہنچا، اسی واسطے دعا آئی ہے "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" تو ہی چلا ہم کو سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہوا، معلوم ہوا کہ بندے کی کوشش کچھ نہیں کر سکتی، جب تک رحمت خداوندی شامل حال نہ رہے، خود بیچارہ کیا کرے گا "وَاللّٰہُ یَھْدِی مَن یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ"۔

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا، تیرے کرم سے ہوگا

اسی واسطے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ضروری ہے اور کوئی شخص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اتباع کے بغیر عارف نہیں ہوا، اسی لئے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

صحابہ کرام کے حالات پڑھنے کا اثر

فرمایا کہ اولیاء اللہ کے حالات باعث تقویت ایمان والایقان ہیں، اور حصول برکات کا باعث ہیں؛ لیکن میں نے تجربہ کیا ہے کہ جتنا مجھ پر اثر صحابہ کرام کے حالات پڑھنے سے ہوتا ہے، کسی کے حالات پڑھنے سے نہیں ہوتا حتی کہ بعض دفعہ بالکل دروازہ بند کر کے بیٹھتا ہوں اور حالات صحابہ کرام پڑھتا ہوں تو دھاڑے مار کر روتا ہوں، سبحان اللہ صحابہ کرام کی کوئی کیا ریس کر سکتا ہے، جنہوں نے خدا اور اس کے رسول کے عشق میں بڑی بڑی ایذائیں اٹھائیں، ہجرتیں کیں اور گھر بار لٹائے "وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا" لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے حالات سناؤ، میں کہتا ہوں صحابہ کرام سے بڑھ کر کون ولی اللہ ہو سکتا ہے، انکی غلامی سے تو سب کچھ ملتا ہے۔

خانقاہ میں تو آج کل فاقہ ہے:

فرمایا ہمارے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے دادا صاحب، حضرت شاہ غلام علیؒ کے خدام میں سے تھے، غالباً خلیفہ بھی تھے، پیدل چل کر دہلی جا کر حضرت کے ہمراہ جمعہ کی نماز ادا فرماتے، ایک دفعہ جانے کا اتفاق ہوا تو آپ کے گاؤں تگری کا ایک بوڑھا بھی مصر ہوا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے، پہنچے تو وہاں شاہ غلام علی صاحب کے ہاں فاقہ تھا، حضرت کے دادا صاحب فرمانے لگے لو یہ دونی لے لو تم بازار سے کچھ کھا لینا، ہمارے حضرت کے ہاں تو آج کل فاقہ ہے، وہ کہنے لگا ہم بھی فاقہ کریں گے، ایک دن تو خیر نبھ گیا، اگلے روز بھوک کی شکایت کی، حضرت کے دادا صاحب نے فرمایا میں تو کہہ رہا تھا تجھ سے برداشت نہ ہو سکے گا، لو یہ دونی بازار سے کچھ کھا پی لو، چپکے ہی چلے جاؤ، جب وہ دروازے پر گیا، ایک درویش ملا، پوچھا تم کدھر جا رہے ہو، کہا کہ کچھ کھاؤں گا، یہاں خانقاہ میں تو آج کل فاقہ ہے، درویش نے کہا کہ میاں کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تم بھی درویشوں کے ساتھ ہی رہو، جب سب کھائیں گے تو تم بھی کھا لینا، شرمندہ ہو کر واپس آ بیٹھا، اتنے میں حضرت شاہ غلام علی صاحب حجرہ سے باہر تشریف لے آئے، فرمایا کہ سب ذاکرین کو بلاؤ، جب سب آ گئے تو دعا فرمائی، یا اللہ ہم بھوکے ہیں، تو ان درویشوں کے طفیل میں ہمیں کھانا دے، اتنے میں

شاہی پیادے پہنچے کہ فلاں شاہزادے کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، دیگیں حضرت کی دعوت کے لیے بھیجی ہیں، اور یہ روپے تو حضرت کی نذر ہیں، فرمایا روپے تو تم ہی لے جاؤ اور دعوت ہم کھالیتے ہیں اور سب نے سیر ہوکر کھایا۔

یہ سختی تمھارے فائدہ کیلئے ھے:

فرمایا حضرت شاہ غلام علی صاحب نے حضرت مرزا جان جاں رحمۃ اللہ علیہ کی بہت خدمت کی، حضرت مرزا صاحب نازک مزاج بہت تھے، ایک دفعہ پنکھا ہلا رہے تھے، فرمایا کیا ہاتھوں میں سکت نہیں رہی، جب زور سے زور سے ہلانے لگے تو فرمایا ہمیں اڑاؤ گے کیا؟ ان کی زبان سے نکلا، نہ یوں بنتی ہے نہ یوں، فوراً ناراض ہوکر نکال دیا کہ یہاں تو یہی ہوگا، کئی دن کے بعد راضی ہوئے، پھر جب راضی ہوئے تو ایک دن فرمایا کہ غلام علی میں نے تیرے ساتھ سختی کی جو تیرے فائدے کے لئے کی تھی، بس اب تم ماشاء اللہ کامیاب ہو، جاؤ اور کوئی اللہ کا بندہ اللہ کا نام پوچھے تو بتا دینا، حضرت شاہ غلام علی کسی ویران مسجد میں بیٹھے، اس کو صاف کیا اور عبادت میں مصروف ہوگئے، حضرت نے فرمایا تھا کہ کسی کے دروازے پر نہ جانا، کئی دن فاقہ ہوا لیکن کسی کے دروازے پر نہ گئے، آخر ایک آدمی آیا اور بلند آواز سے پکارا، کوئی اندر ہے تو کھانا لے لو، حضرت پہلے تو اٹھے پھر بیٹھ گئے کہ حضرت نے منع فرمایا ہے کہ کسی کے دروازے پر نہ جانا، آخر وہ مسجد کے اندر صحن میں آ گیا کہ کیا مرنے ہی کی ٹھان رکھی ہے، کھانا لے لو، میں نے اٹھ کر کھانا لے لیا کہ یہ انکار تو ناشکری ہے، پھر تو اللہ تعالی نے خوب دیا، سینکڑوں مہمان آتے تھے۔

توکل پرگزارہ ہوتاتھا:

سائیں توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک خاص خادم رہتا تھا، بڑا صابر شاکر، حضرت کا معمول تھا کہ انبالہ شہر سے باہر جنگل میں چلے جاتے تھے، درویش بھی جاتا تھا، وہاں تخلیہ میں عبادت کرتے اور مراقبہ فرماتے اور توکل پر گزارہ تھا، ایک دفعہ رات کو مراقبہ فرما رہے تھے کہ اوپر کچھ گرنے کی آواز آئی، درویش کو بلایا کہ دیکھ یہ کیا ہے، شاید یہ ڈھیلے ہیں، اس نے کہا حضرت یہ تو اشرفیاں ہیں، فرمایا اب امتحان ہو چکا اور موجاں مار، یعنی موج سے کھاؤ، اب راستہ اللہ نے کھول دیا، اب انشاءاللہ پرواہ نہیں رہے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہزاروں مہمان ہوتے تھے۔

توکل میں غیب سے روزی پہنچتی ھے:

فرمایا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ اللہ کا بندہ جب جنگل میں توکل کر کے بیٹھ جائے، اور اللہ اللہ کرے، تو اللہ تعالی اپنی مخلوق کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے اور غیب سے روزی پہنچاتا ہے، یہ تو ہمارے یقین کا فرق ہے، ایک مرید نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ اگر مجھے ایک وقت کی روٹی نہ ملے تو پھر کیا کروں؟ فکر نہ کرو دوسرے وقت ملے گی، اس نے کہا کہ اگر دوسرے وقت بھی نہ ملے، فرمایا فکر نہ کر تیسرے وقت ملے گی اس نے کہا اگر تیسرے وقت بھی نہ ملے تو فرمایا تیرے توکل میں کمی ہے، اللہ پر اعتماد نہیں ہے۔

محبوب کا اثر محب پر پڑتاھے:

فرمایا ہمارے حضرت منشی جی صاحب (منشی رحمت علی صاحبؒ) بڑے صاحب کشف وکرامات تھے، میری موجودگی میں ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ علماء وعظ کہتے ہیں مگر اثر خاک نہیں ہوتا، اس کی کیا وجہ ہے، فرمایا کہ محبوب کا اثر محبّ پر پڑتا ہے، ہمارا محبوب تو سونا ہے اور وہ پتھر ہے، دل میں اس کی محبت ہے، وعظ ونصیحت نورانی لطیف، اس پر خاک اثر ہوگا، پہلے یہ نکلے تو اثر ہو، فرمایا مجھے حضرت منشی صاحب کا جواب بہت پسند آیا۔

ہمارے اعمال بد کی قباحتوں سے کتے بھی شرماتے ھیں:

۱۹۴۲ء میں ایک دفعہ احقر نے بعد عصر ڈھڈی میں عرض کیا، حضرت شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کا ایک شعر ہے:

قباحتہائے فعل ما کہ سگ زاں عارے دارد
بجز دریائے فضل تو کہ شوید ایں قباحتہا

(ہمارے اعمال بد کی قباحتیں ایسی ہیں کہ ان سے کتا بھی شرماتا ہے، تیرے فضل کے دریا کے سوا کون ان قباحتوں کو دھوسکتا ہے) سن کر بہت رقت ہوئی کہ سبحان اللہ واقعی خوب فرمایا، پھر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر سنا ہے کہ وعظ سادہ فرماتے تھے مگر ایسا مؤثر کہ سننے والے سب روتے تھے، میں نے بھی سنا، یہ اکثر پڑھا کرتے تھے اور خود بھی حضرت پر رقت طاری ہوتی تھی اور سامعین بھی روتے تھے: ؎

رنگا لے چیز یا رنگا لے ری سیس
نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن
کھڑی منہ تکے گی اری دن کے دن

ٹھنڈا پانی خودبخود گرم ہوگیا:

فرمایا کہ مولانا نور محمد صاحب شہباز شریعت والے بڑے عالم دین تھے، طبیعت میں جلال تھا اور مولانا محمد رمضان بھی اس علاقے کے تھے، انہوں نے "رنگیلی بلبل" کتاب لکھی (مسئلہ وحدۃ الوجود پر) مولانا محمد رمضان بڑے صاحب کشف تھے، ایک دفعہ کسی مسجد میں گئے، وضو کے لئے پانی مانگا، کورے لوٹے میں خادم نے دیا، اس میں پانی بجائے ٹھنڈا ہونے کے گرم ہوگیا، مولانا نے فرمایا کہ یہ لوٹا اس مٹی کا بنا ہوا ہے جس (مٹی کی) قبر میں مردے کو عذاب ہو رہا ہے، دوسرے لوٹے میں پانی دیا ٹھنڈا ہوگیا، احقر نے عرض کیا کہ مولانا نور محمد صاحب تو فرماتے ہیں کہ رومی، جامی، مہمی اینہاں وڈے کفر کمائے، سب کو کافر کہہ گئے، مولانا رومی، مولانا جامی، مولانا محمد رمضان مہم کے رہنے والے تھے، فرمایا کہ ہمارے حضرت فرماتے ہیں ان کو برا نہ کہنا چاہئے سبھی صاحب حال گزرے ہیں۔

کام ہی سے صانع کا کمال معلوم ہوتا ہے:

فرمایا حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ شمس الدین ترک پانی پتی سے روٹھ کر گھر کو چل دیئے، نکلتے ہی راستہ بھول گئے، راستہ میں ڈھاک کا ایک جنگل تھا، ایک درخت پر چڑھے کہ کوئی آدمی نظر آئے تو اس سے راستہ پوچھیں، دیکھا کہ ایک آدمی چلا آرہا ہے، اس سے پوچھا، انہوں نے فرمایا راستہ تو پیچھے ہی بھول آئے، مراد یہ تھی کہ واپس جاؤ، اسی شیخ سے ہی راستہ ملے گا، واپس گئے تو حضرت دروازہ ہی پر منتظر کھڑے تھے، سینے سے لگالیا اور اب اجازت دیکر واپس کیا۔

احقر محمد لائل پوری عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چو دیدی کار رو در کار گر آر
قیاس کار گر از کار بردار

(جب تونے کام دیکھا تو کاریگر کی طرف متوجہ ہو، اور کام ہی سے صانع کا کمال معلوم ہوتا ہے) یہ تو مقام جمع ہے، یعنی ان کو آئینہ بنائے اور باری تعالیٰ تک پہنچے، اور اگر بحالت مجموعی سب پر نظر رہے تو یہ مقام جمع الجمع ہے حضرت فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہ کے شیخ ان کو مقام جمع الجمع میں لے جانا چاہتے تھے۔

حضرت میراں بھیک کو خلافت کیسے ملی؟:

فرمایا کہ حضرت شاہ ابو المعالی انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید حضرت میراں بھیک رحمۃ اللہ علیہ صوفی عبدالحمید صاحب کے گاؤں ٹھسکہ میں حضرت کا مزار ہے، مشہور ہے کہ زیارت گاہ خواص وعوام ہے (میں بھی ٹھسکہ میں حضرت اقدس کے ہمراہ گیا تھا، یہ ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے) ہے۔

ایک دفعہ حضرت شاہ ابوالمعالی حضرت میراں بھیک رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض ہوگئے، نکال دیا، ناچار واپس ہوئے، برسات کا موسم تھا۔ شاہ ابوالمعالی کا مکان کچا تھا ٹپکنے لگا، گھر والوں نے کہا ایک تو مرید تھا وہ بھی نکال دیا، اب اس مکان کو کون درست کرے، ادھر حضرت میران بھیک نے خیال کیا کہ شیخ کا مکان ٹپکتا ہوگا فوراً چل دیئے، دریائے جمنا - خوب چڑھاؤ پر تھا - سے عبور کر کے انبیہٹہ آئے اور

ہمسایہ کے مکان کی سیڑھی سے چڑھ کر سوارخ بند کردیئے، گھر والوں نے کہا کون ہے جو ہمارے کوٹھے پر پھر رہا ہے، حضرت نے فرمایا بھیک ہی ہوگا، پھر بلند آواز سے پکارا بھیک! حضرت اس خوشی میں کہ مجھے حضرت نے بلایا ہے فوراً کوٹھے پر سے کود کر نیچے آئے اور حاضر ہوکر سر جھکا کر کھڑے ہوگئے، حضرت شاہ ابوالمعالی نے اٹھ کر سینے سے لگالیا اور اجازت دیکر واپس کیا، سبحان اللہ یہ ہے سچا عشق شیخ کا۔

بعض مجربات وعملیات:

احقر کو ایک بار جب کہ حضرت نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ میں حاضری تھی فرمایا جو آیت دل میں آئے لکھ دیا کرو یا پڑھ کر دم کردیا کرو، انشاء اللہ صحت ہوجایا کرے گی، ایک دفعہ چہل کاف کی بھی اجازت عنایت فرمائی تھی "کَفَاکَ رَبُّکَ کَمْ یَکْفِیْکَ" ایک دفعہ عرض کی کہ حضرت شاہ صاحب کشمیری نے "سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ، اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ، اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ" سات یا گیارہ بار پڑھ کر سانپ کے کاٹے کو دم کرنا فرمایا تھا کہ ضرور کردیا کرو۔

ایک دفعہ عرض کیا کہ مولانا حسین علی صاحب واں بچھراں والے باؤلے کتے یا زہریلے جانور کے لئے نمک پر دم کردیا کرتے تھے کہ بیمار کو اتنا کھلائے کہ دست ہونے لگیں، فرمایا کہ نمک کی تاثیر ہی یہی ہے کہ اس سے دست ہونے لگتے ہیں، جب دست ہونے لگتے ہیں تو زہر اتر جاتا ہے، سورۂ فاتحہ اور قل ہواللہ تین تین بار پڑھنا چاہئے، حضرت شاہ صاحب کشمیری اکثر یہ آیت لکھ دیتے تھے: "قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ، وَاَرَادُوْا بِهٖ کَیْدًا فَجَعَلْنَا هُمُ الْاَخْسَرِیْنَ" بخار اتر جاتا تھا۔

اپنے مالک کو راضی کرلو:

بعض لوگ اپنی پریشانیاں بیان کرتے تھے، حضرت ان کو "یا مغنی" پڑھنے کو فرمادیتے کہ ایک دو چلے اس کے کرلو، دو رکعت اشراق یا چاشت کے وقت پڑھ کر ایک ہزار بار "یا مغنی" پڑھے، پھر دو رکعت نماز پڑھ کر یا مغنی ایک ہزار بار پڑھے، اسی طرح دو تین چلے پورے کرلے، فرماتے کہ ذکر ہی کی کثرت سے سب کچھ ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے پڑھے، کسی چیز کی بھوک نہیں رہتی، جس نے اپنے مالک اللہ تعالیٰ کو راضی کرلیا باقی کیا رہ گیا، مالک الملک کی مرضی کے ساتھ راضی رہنا ہی اعلیٰ بات ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی تربیت فرماتاھے:

فرمایا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ میرے والد صاحب میر زاہد ہروی سے سبق پڑھ کر تشریف لا رہے تھے کہ شیخ سعدی کی رباعی زبان پر چڑھ گئی، والد صاحب اسے پڑھنے لگے:

جز ذکر دوست ہر چہ کُئی عمر ضائع ہست
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوی لوح دل راز نقش غیر حق
علمیکہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

تین مصرعے تو یاد آتے تھے چوتھا مصرعہ زبان پر نہ چڑھتا تھا، اچانک ایک نورانی جسم برآمد ہوا انہوں نے پڑھا، علمیکہ رہ بحق نماید جہالت است، میں نے خوش ہوکر پوچھا آپ کون بزرگ ہیں؟ فرمایا وہ جلدی جلدی لمبے قد اٹھا کر چلنے لگا، میں ساتھ دوڑنے لگا وہ اور تیز ہوگئے تا آنکہ غائب ہوگئے۔

احقر نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا ہوا، فرمایا یہ روح متجسد اور متمثل ہوگئی، جیسا کہ آخرت میں سب اعراض جواہر بن جائیں گے، ایسا ہی روح کا متجسد ہوجانا کوئی محال امر نہیں ہے، خدائے تعالیٰ قادر ہے کہ اس طرح بھی کسی اپنے بندہ کی تربیت فرمائے جیسا کہ حضرت بھاولنگری نے فرمایا کہ دہلی میں حدیث پڑھا رہا تھا، جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ تھا، اس کو دس آدمی اٹھاتے تھے، میں ہنسنے لگا کہ ایسا بھی پیالہ ہوگا، اچانک غنودگی طاری ہوئی اور حضرت رائے پوری تشریف لائے، فرمایا لا کتاب اور پڑھ حدیث، میں نے کتاب

لاکر حدیث پڑھی، اس میں قصعہ کا لفظ تھا، فرمایا گستاخ کرتو ترجمہ لگن؟ مجھے فوراً تنبہ ہوا اور سارا شک رفع ہو گیا، جیسا خواب میں ہوا کرتا ہے، کبھی جاگنے کی حالت میں بھی ہو جاتا ہے۔

نسبت کس کو کھتے ھیں:

فرمایا حضرت مولانا اللہ بخش صاحب بھاولنگری فرماتے تھے مجھے نسبت کے معنی معلوم نہیں تھے، جب میری والدہ کا انتقال ہوا، میں رائے پور سے بھاولنگر گیا تو جس جگہ والدہ نماز پڑھا کرتی تھیں، جہاں بیٹھتی تھیں، وہ جگہ دیکھ کر بے ساختہ پھوٹ پھوٹ کر رویا، جب بھی وہاں جاتا یہی کیفیت ہو جاتی، تب سمجھ میں آیا کہ نسبت اسے کہتے ہیں، جب شیخ سے محبت بغایت ہو جاتی ہے اور اس کا اتباع کرنے میں تکلف نہیں رہتا تو اس کو نسبت کہتے ہیں، کسی کی نسبت تو یہ ہوتی ہے، غرض اپنے اپنے لگاؤ سے ہوتا ہے، کسی کو نسبت محمد یہ ہوتی ہے کسی کو نسبت الٰہیہ ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا کا لفظ لکھنا:

فرمایا جب نجدیوں کی حکومت آئی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم مدنی حج کو تشریف لے گئے، میں بھی گیا، اس وقت الطاف الرحمٰن اور مولوی عبدالعزیز صاحب گمتھلوی، سائیں سکندر علی، بھائی محمد علی ساتھ تھے، حضرت کی بذل المجہود کا جو حصہ طبع ہو چکا تھا وہ نجدیوں نے قبضہ میں کرلیا، حضرت خود ابن سعود سے ملے اور کتاب چھڑوا کر لائے، پھر علماء نجد نے اعتراض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ تم لوگ سیدنا کیوں کہتے ہو، اس کا ثبوت کہاں ہے؟ حضرت نے فرمایا حدیث میں آتا نہیں، انا سید ولد آدم ولافخر، انا سید کا لفظ آیا کہ نہیں؟ لاجواب ہو گئے، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، کوئی اللہ کا بندہ ہو تو ان کی (نجدیوں کی) اصلاح کردے، حالانکہ خود بھی ماشاءاللہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کفر و شرک اور بدعات کے رد میں شمشیر برہنہ تھے، پھر بھی نجدیوں کی سختیاں دیکھ کر یہ فرمایا کرتے تھے۔

دم کرتے وقت دم کرنیوالے کی توجہ ھونا ضروری ھے:

غالباً ۳۵ء کا واقعہ ہے کہ جب حضرت اقدس لائل پور تشریف لائے تو مولانا محمد یونس مرحوم مرادآبادی بیمار تھے، مولانا جامع مسجد لائل پور کے خطیب تھے، ان کا پیغام آیا کہ حضرت مجھے دیکھ جائیں، مولانا کے اصرار پر حضرت اقدس تشریف لے گئے، مولانا نے عرض کیا کہ حضرت مجھے دم فرمائیں، حضرت نے دم فرمایا، پھر گلاس میں پانی دیا کہ اس پر دم فرمادیں، پھر فرمایا کہ یہاں کے علماء کہتے ہیں کہ پانی میں تو سانس لینا منع ہے تو دم کرنا کیسے جائز ہوگا، فرمایا پانی پر دم کرتے وقت دم کرنے والے کی توجہ منظور ہوتا ہے سانس ہی ڈالنا منظور نہیں ہوتا، پانی پیتے وقت سانس کی ممانعت اور چیز ہے، مولانا کی خوب تسلی ہو گئی۔

حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ تعویذ لینے والے کو چاہئے کہ اس وقت تعویذ کی فرمائش کرے، جب تعویذ دینے والے کی پوری توجہ ہو، اس کا فوری اثر انشاءاللہ ہوتا ہے، ورنہ جب تعویذ لکھنے والے کی توجہ اس طرف نہ ہو یا غصے کی حالت میں ہو کچھ اثر نہیں ہوتا یا برعکس ہو جاتا ہے۔

ذکر جب جزو بدن بن جاتا ھے توپھر محسوس نھیں ھوتا:

ایک دفعہ احقر نے عرض کیا کہ شروع میں تو ذکر کرتے وقت خوب گرمی محسوس ہوتی تھی، اب اتنا ہی ذکر کرتا ہوں لیکن کچھ محسوس نہیں ہوتا، فرمایا شروع میں ذکر جاگزیں نہیں ہوتا تو محسوس ہوتا ہے لیکن جب جزو بدن بن جاتا ہے تو پھر محسوس نہیں ہوتا، صرف احساس کا فرق ہوتا ہے، انوارات میں تو اور ترقی ہوتی ہے لیکن چونکہ جزو بدن بن جاتا ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا، جب تک کھانا ہضم نہ ہو تو پیٹ میں گرانی محسوس ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جنت میں فضلہ نہیں نکلے گا، سب کا سب جزو بدن بن جائے گا "الا یتغوطون" وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔

سیرت نبوی

حیات نبوی کا مکی دور

ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک عملی نمونہ

مولانا مفتی محمد اللہ خلیلی قاسمی دارالعلوم دیوبند

اسلام، عالمی اور ابدی مذہب ہے، اسلام کی تعلیمات اور اس کا سرمدی پیغام دنیا کے ہر گوشے میں بسے ہوئے انسانی افراد اور معاشرے کے لیے یکساں طور پر قابل عمل ہے، اس عالمی اور آفاقی مذہب کے پیغمبر آخرالزماں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر مرحلہ اور ہر پہلو پوری امت مسلمہ کے لیے ایک کامل اسوہ اور مکمل نمونہ ہے جیسا کہ قرآن کریم کی شہادت ہے: ''لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ'' آپ کی گھریلو زندگی ہو یا سماجی زندگی، مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی، عبادات ہوں یا معاملات، سیاسیات ہوں یا اخلاقیات و مذہبیات، آپ کی زندگی کا عملی نمونہ ہر شعبۂ زندگی میں تمام انسانوں کے لیے قابل تقلید ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لیے جو اس ملک میں اقلیت میں ہیں ایک مکمل عملی نمونہ موجود ہے، ہمارے ملک میں اکثریت غیر مسلمین کی ہے اور سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مسلمان یہاں کی آبادی کا تقریباً پندرہ فی صد ہیں، یہ ملک ہم مسلمانوں کا اپنا محبوب وطن ہے اور مسلمان اس سرزمین کے ایک اٹوٹ حصہ کے طور پر صدیوں سے یہاں آباد ہیں، ہمارے آباء و اجداد اسی خاک میں مدفون ہیں اور اس برصغیر میں ہماری تہذیب و تمدن اور تاریخ و روایات کے کتنے ہی انمٹ نقوش اور لاثانی یادگاریں ثبت ہیں کہ اگر اس گراں قدر تہذیبی، ثقافتی اور تاریخی ورثہ کو ہندوستانی تاریخ سے مٹادیا جائے تو یہاں کی تاریخ روکھی اور بے رنگ نظر آنے لگے گی۔

حصول آزادی کے بعد بھی گو مسلمانوں کو اس ملک میں مسلسل گذشتہ ساٹھ برسوں سے معاشی و تعلیمی اور سیاسی و سماجی آزمائشوں کا سامنا ہے؛ لیکن ملک کے مجموعی حالات مسلمانوں کے لیے اگر ہمت افزا نہیں تو کم از کم مایوس کن اور دل شکن بھی نہیں، یوں تو اسلام کی ساری تعلیمات پر کاربند ہونا مسلمانوں کی مذہبی ذمہ داری اور اسلامی تقاضا ہے، تاہم مسلمانوں کے لیے ملک کے موجودہ حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مکی نمونہ خاص طور پر مکمل عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔

امانت و دیانت اور پاکیزگی و شرافت:

مکی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی شناخت تھی آپ کی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی، مکی زندگی میں نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے سے پہلے اور بعد کے زمانہ میں آپ کی شناخت، آپ کی صداقت و امانت، شرافت و پاکیزگی، تواضع و انکساری اور تقوی و پاکبازی تھی، مکہ کا ہر باشندہ آپ کی شرافت و پاکیزگی اور اعلی اخلاق کا قائل تھا، آپ کو عام طور پر صادق اور امین کہا جاتا تھا، خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کو اس کے مقام تک اٹھا کر رکھنے میں قریش کے اندر جو سخت اختلاف پیدا ہوا اور جس کی وجہ سے خوں ریز جنگ چھڑنے والی تھی، وہ آپ کی جوانی کا زمانہ تھا، لیکن قریش کے سرداروں اور بڑے بوڑھوں کو جب یہ ہاشمی نوجوان دکھائی پڑا تو سب نے بیک آواز ہو کر کہا: ''ھذا محمد الأمین رضینا ھذا محمد الأمین'' (یعنی یہ محمد امین شخص ہیں، ہم ان سے خوش ہیں، یہ امین

ہیں)اور سب نے اس نوجوان کے حکیمانہ فیصلے کو بخوشی قبول کیا اور اس طرح ایک خون ریز جنگ چھڑتے چھڑتے رہ گئی۔ (سیرۃ المصطفیٰ ۱۱۶:۱، بحوالہ سیرت ابن ہشام)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے ابتدائی مراحل میں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ نبوت کے پیغام اور توحید کی دعوت کو علی الاعلان اپنے قبیلہ والوں تک پہنچایا جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لاتے ہیں اور قریش کو قبائل کو آواز دیتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: ''اے قریش! اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے دشمن کی فوج حملہ آور ہونے کو تیار ہے تو کیا تم یقین کروگے؟'' پوری قوم یک زبان ہو کر کہتی ہے: '' نعم! ما جربنا عليك الا صدقا'' (ہاں! ہم نے آپ میں سوائے صدق اور سچائی کے کچھ نہیں پایا)۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 4397)

آپ کی امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ مکہ کے بڑے بڑے تاجر خواہش مند ہوتے تھے کہ آپ ان کے تجارتی سامان لے کر شام و یمن وغیرہ کی عالمی منڈیوں میں لے جائیں تاکہ آپ کے ذریعہ ان کی تجارت کو فروغ حاصل ہو، نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی مکہ کے وہ لوگ جو آپ کی دعوت اسلام کو نہیں مانتے تھے وہ بھی آپ کے پاس اپنی امانتیں بغرض حفاظت رکھ جاتے تھے، انھیں اس بات کا اطمینان تھا کہ ان کی امانت اس امین کے علاوہ کسی اور کے ہاتھوں میں اتنی محفوظ نہیں ہے۔

صبر و استقامت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا دوسرا سب سے واضح عنصر آپ کا بے پناہ جذبۂ صبر و استقامت، اولوالعزمی اور اپنے صحیح موقف پر پہاڑ کی طرح قائم رہنے کی قوت تھی، تبلیغ اسلام اور دعوت حق کے بعد مکہ کی اکثریت آپ کے خلاف تھی، وہ ہمیشہ آپ کے اور مٹھی بھر مسلمانوں کے در پئے آزار رہتے، انھیں تکلیفیں پہنچاتے، ایذائیں دیتے اور دن رات اسلام پیغمبر اسلام اور متبعین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے اس برتاؤ کا جواب صبر و خاموشی اور ہمت و استقامت سے دیا، آپ نے دعوت حق کے اپنے موقف سے ذرہ برابر پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا، حتیٰ کہ آپ کو پورے عرب کی بادشاہت، مال و دولت، حسین ترین عورتوں اور ہر خواہش کی چیز پیش کیے جانے کی پیش کش بھی کی گئی، لیکن آپ نے اس دعوت حق کے سامنے ہر کسی پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا دیا، آپ نے خواجہ ابو طالب کی فہمائش کے جواب میں فرمایا کہ چچا اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند دوسرے میں سورج رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ اس کام سے باز رہو، تو بھی میں ایسا نہیں کرسکتا۔

تصادم سے گریز اور دعوت و تبلیغ کا تسلسل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صبر آزما اور مخالف ماحول میں اہل مکہ کے سامنے اعلیٰ اخلاقی نمونہ پیش کیا، گالیوں کا جواب دعاؤں سے، پتھر کا جواب نرم کلامی سے، دل آزاری کا جواب ہمدردی و غم گساری سے دیا، آپ نے اس ماحول میں تصادم سے گریز کیا اور حکمت و بصیرت کے ساتھ کام کرتے رہے، لوگوں کی بھلائی اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے ان کو خدائے واحد اور اللہ کے پسندیدہ دین کی طرف بلاتے رہے، دعوت و تبلیغ کا جو فرض منصبی آپ نے اٹھایا تھا، اس پر پوری دلجمعی، استقامت اور سختی سے قائم رہے، یہی وجہ تھی کہ آپ کی دعوت دلوں کے قلعوں کو تسخیر کرتی چلی گئی اور مکہ کی ایک بڑی تعداد نے مخالف ماحول میں بھی اسلام میں کشش محسوس کی، جو لوگ کل تک آپ کے مشن کے شدید ترین دشمن تھے، وہ آپ کے اخلاق عالیہ اور دعوت حق کی گرمی سے پگھل کر پانی پانی ہو جاتے اور اہل ایمان کے حلقے میں شامل ہو جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی سے یہ چند خاص سبق ملتے ہیں کہ اہل ایمان کو اپنے حق و صداقت کے موقف پر پورے یقین و اعتماد کے ساتھ جمنا چاہیے اور اس کی طرف پر پورے وثوق کے ساتھ دعوت دینی چاہیے، جہاں تک ہو سکے اپنے پڑوسیوں، اہل خاندان، اہل وطن

سے خواہ وہ کسی بھی فکر و خیال اور مذہب کے ماننے والے ہوں، ان سے اخلاق ومحبت، خیر خواہی و ہمدردی اور بہتری و بھلائی کا برتاؤ کرنا چاہیے، نیز معاشرے کے سامنے ہمیشہ اپنے اعلی کردار وعمل، تقوی و طہارت، امانت و دیانت اور اخلاص و خیر خواہی کے ذریعہ بلند پایہ اخلاقی اقدار وآداب کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ہجرت حبشہ سے چند سبق:

نبوت کے پانچویں برس دو مرحلوں میں تقریباً سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر حبشہ (موجودہ ایتھوپیا، افریقہ) کی طرف ہجرت فرمائی، گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہجرت میں حصہ نہیں لیا، لیکن چوں کہ آپ کے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے آپ کے مشورہ سے ہجرت اختیار کی تھی اور آپ کی تعلیمات کی روشنی میں انھوں نے وہاں زندگی گزاری؛ اس لیے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا ہی ایک حصہ تصور کی جاتی ہے۔

حبشہ ایک غیر مسلم ملک تھا، وہاں کا حکمراں نجاشی اس وقت نصرانی تھا، سو کے قریب مسلمانوں کی جمعیت وہاں کی قلیل ترین اقلیت تھی، لیکن حبشہ کی زندگی میں حضرات صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں جو لائحہ عمل اختیار کیا وہ ہندوستان جیسے ملک میں رہنے والی مسلم اقلیت کے لیے ایک بہترین اسوہ ہے۔

حبشہ پہنچنے کے بعد مسلمانوں نے وہاں اپنی کالونی بنالی اور اس عادل بادشاہ کے رعایا بن کر رہنے لگے، ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے کہ کفار مکہ کے دو نمائندوں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص نے حبشہ کی سرزمین بھی مسلمانوں پر تنگ کرنی چاہی اور بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا چاہا، اس موقع پر حبشہ کے مسلمانوں نے جو طریقۂ کار اختیار کیا وہ ہمارے لیے روشن نمونہ کا درجہ رکھتا ہے، مسلمانوں نے سب سے پہلے اجتماعیت اور اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر منتخب کیا، پھر انھوں نے باہمی مشورہ اور اتفاق رائے سے یہ طے کیا کہ جس دین حق کی خاطر ہم نے اپنا وطن چھوڑا ہے اس کے خلاف ہم کچھ نہیں کہیں گے اور جو کچھ حق ہوگا، حکمت و بصیرت کے ساتھ معقول و مدلل انداز میں اس کو سامنے رکھیں گے، نیز، اپنے جائز مقصد کے حصول اور اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے عادل بادشاہ کے عدل وانصاف اور قانون کا سہارا لیں گے، چناں چہ جب قریشی نمائندوں نے نجاشی کے سامنے مسلمانوں پر یہ الزام لگایا کہ یہ بددین ہیں، اپنے ملک سے بھاگ آئے ہیں، ان کو واپس کیا جائے، تو نجاشی نے مسلمانوں سے صفائی پیش کرنے کو کہا، ان روشن اصولوں کی رہ نمائی میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نہایت معقول انداز میں کہا کہ کیا ہم غلام ہیں جو تمہارے یہاں سے بھاگ آئے ہیں، یا ہم نے کسی کا قتل کیا ہے یا ہم کسی کا مال ہڑپ کر کے آئے ہیں، اس برمحل اور معقول سوال کا جواب ان قریشی نمائندوں کے پاس نہیں تھا۔

پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ آخر وہ کون سا دین ہے جس پر تم ایمان رکھتے ہو، اس کے جواب میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا جو خلاصہ پیش کیا وہ ایک بہترین دینی اور سماجی نمونہ تھا، حضرت جعفر نے اسلام کے تعارف پر مشتمل جو تقریر نجاشی کے دربار میں کی تھی اس میں رسول پاک کی چودہ تعلیمات کا ذکر تھا:

(۱) توحید۔

(۲) سچائی۔

(۳) امانت داری۔

(۴) صلہ رحمی۔

(۵) پڑوسیوں سے اچھا سلوک۔

(۶) حرام کاموں سے پرہیز۔

(۷) خونریزی سے گریز۔

(۸) بدکاری سے پرہیز۔

(۹) جھوٹی بات سے پرہیز۔

(۱۰) مال یتیم سے پرہیز۔

(۱۱)عورتوں پر الزام تراشی سے گریز۔

(۱۲)نماز قائم کرنا۔

(۱۳)زکوۃ دینا۔

(۱۴)روزہ رکھنا۔

ان تعلیمات میں، مذہب، اخلاق اور سماج سب کچھ کی رہنمائی موجود ہے۔

دوسرے دن قریشی نمائندوں نے ایک دوسری چال چلی اور حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق عبدیت کے اسلامی عقیدہ کے خلاف نجاشی عیسائی بادشاہ کو بھڑکانا چاہا کہ یہ لوگ حضرت عیسی کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے،مسلمانوں کے لیے یہ مشکل وقت تھا،لیکن حق پرستی اور صداقت شعاری کے روشن اصولوں کی روشنی میں جو اسلامی عقیدہ تھا وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بلاکم وکاست پیش کردیا اور بالآخر حق کا بول بالا ہوا اور باطل رسوا و ذلیل ہو کر واپس ہوا۔

کتب سیرت واحادیث میں حبشہ میں مسلمانوں کی عام زندگی کی تفصیلات نہیں ملتیں،لیکن جو کچھ جابجا روایات میں ملتا ہے اس سے بھی ان کے طرز معاشرت کی ایک جھلک دکھائی دیتی محسوس ہوتی ہے، حضرات نے صحابہ نے اپنی چھوٹی سے بستی بنا کر تجارت وغیرہ کا پیشہ اختیار کیا اور مقامی غیر مسلم آبادی کے ساتھ معاملات کیا،اس سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ جہاں بھی رہیں محنت ومشقت اور امانت و دیانت کے ساتھ حلال روزی کے ذرائع اختیار کریں۔

مسلمانوں نے ملک کی خیر خواہی اور اہل ملک کے ساتھ وفاداری کا برتاؤ کیا،احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں دنوں نجاشی بادشاہ کو ایک بغاوت کا سامنا کرنا پڑا چناں چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی کامیابی کے لیے دعا کی،اس سے یہ اصول ماخوذ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے ملک اور عادل رہ نما کے ساتھ وفاداری اور خلوص ومحبت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ہم مسلمانوں کو ہجرت حبشہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے،نازک اور اہم مواقع پر اجتماعیت اختیار کر کے باہمی مشورہ سے کام لینا اور اپنا امیر منتخب کرلینا چاہیے،مسلمانوں کو یہ طے کرلینا چاہیے کہ کسی وہ حال میں بھی حق وصداقت کا دامن نہیں چھوڑیں گے اور اپنے ایمان ویقین کا سودا کسی صورت میں نہیں کریں گے، یہی ان کی مذہبی اور تہذیبی زندگی کی اساس ہے،نیز، جذباتیت سے گریز کرتے ہوئے حکمت وبصیرت سے کام لینا چاہیے اور مخالف حالات کا صبر و استقامت سے سامنا کرنا چاہیے،دین کی دعوت، حکمت،معقولیت اور مدلل طریقہ سے اپنے ہم وطنوں کو دینی چاہیے اور ہمیشہ طاقت کا مقابلہ حکمت و دانائی سے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے ملک کے نظام عدل سے واقفیت حاصل کرنا چاہیے اور اسے اپنے تحفظ کے لیے اور اپنا حق حاصل کرنے کیلئے استعمال کرنا چاہیے۔

نیز مسلمانوں کو جس ملک میں وہ رہیں وہاں امن پسند شہری کی حیثیت سے رہنا چاہیے اور تخریبی کارروائیوں سے گریز کرنا چاہیے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے موقف، مقصد حیات اور طرز زندگی سے ہم وطنوں کو واقف کرائیں تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور تحفظ کے مسائل پیدا نہ کریں اور اسلام سے اجنبیت کی وجہ سے اس کو حریف نہ سمجھیں، نیز مسلمانوں کو ہم وطنوں کے مذہب، مزاج اور تہذیبی شعار سے ضروری واقفیت حاصل کرنی چاہیے تاکہ امن وسکون اور بقائے باہم کی راہ ہموار ہو،ہجرت حبشہ سے قبل سورہ مریم کا نزول، نجاشی کی عدالت میں حضرت جعفر کی تلاوت،اور نجاشی کے دربار میں آپ کی پوری تقریر کا خلاصہ یہی ہے۔

❁❁❁❁❁

DU\Tif Files\A009.TIF not found.

جائزہ

کون سا انسان افضل ہے

ابوخدیجہ عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۱۱رفروری ۲۰۱۱ء جمعہ کے روز مرکز کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل ہوا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہیں:

اس وقت دنیا کے اندر بہت سارے انسان ہیں، اللہ تعالی کی پوری مخلوق ہے، کالے گورے انسان، پڑھے لکھے، ان پڑھ، تاجر، کاشتکار، انجینئر، پروفیسر اور مختلف طبقات کے لوگ ہیں، چھوٹے بڑے، امیر بھی ہیں غریب بھی، مالدار بھی ہیں تو مزدور بھی، گویا کہ پورا ایک سلسلہ ہے، مختلف نوعیت کے اور مختلف طبقات کے افراد اس دنیا کے اندر موجود ہیں، اہل ایمان بھی ہیں اور غیر ایمان والے بھی، مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی، اللہ تبارک وتعالی نے مؤمن کے لئے انعامات رکھے ہیں، اور جو غیر ایمان والے ہیں ان کے لئے سزائیں اور وعیدیں رکھیں ہیں۔

اچھے انسان کے پرکھنے کی کسوٹی:

یہاں دنیا کے اندر اہل ایمان اور مسلمان ہی اللہ کو ماننے والے ہیں، ہمیں معلوم نہیں اللہ کے یہاں کس کا کیا مقام ہے، کون کس درجہ پر فائز ہے، کون کس نوعیت کا انسان ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک معیار عطا فرمایا ہے، ایک تھرمامیٹر (Thermometer) ہم کو عطا فرمایا، ایک مقیاس ہم کو دیا، جس کے ذریعہ سے ہم کو معلوم ہوسکتا ہے کہ کون سا انسان افضل ہے، سب کو اس کی تلاش ہے کہ پتہ چل جائے کون سا انسان اچھا ہے، ورنہ خود تو ہر انسان دعوی کرتا ہے کہ میں سب سے اچھا ہوں، باقی سب غلط ہیں، میں ایماندار سارے بے ایمان، میں اچھا مخلص اور صحیح ہوں باقی سب فراڈی، سارے غلط، سارے چور، جو جس نوعیت کی سوچ رکھتا ہے، اس کو سارے انسان ایسے ہی نظر آتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے، حضرت عبداللہ بن عمر اس کو روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! "ای الانسان افضل، قال : "کل مخموم القلب، صدوق اللسان" کہ اے اللہ کے رسول! کون سا انسان سب سے اچھا ہے، آپ نے فرمایا کہ ہر مخموم دل والا اور سچی زبان والا، جس انسان کے اندر یہ دو صفت ہوں وہ افضل ہے۔

مخموم القلب کی پانچ قسمیں ہیں:

مخموم القلب کون ہے؟ سچی زبان والا کون ہے؟، سچی گفتگو کرنے والا کون ہے؟، جس کی زبان سے جھوٹ نہیں نکلتا، سچ کے علاوہ اس کی زبان سے کبھی کچھ نکلتا ہی نہیں، لیکن مخموم القلب، جس کا دل صاف ستھرا ہو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "صدوق اللسان" زبان کی سچائی تو معلوم ہوتی ہے، لیکن مخموم القلب کیا ہے، مخموم القلب کس کو کہتے ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صفات بیان کیں کہ مخموم القلب کون ہوتا ہے، فرمایا: "ھو النقی التقی لااثم علیه و لا غل و لا بغی و لا حسد" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخموم القلب اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دل کے اندر صفائی ہو، جو نقی ہو، صاف ستھرا ہو، اس کے دل کے اندر کسی قسم کی آلائش نہ ہو، شرک نہ ہو، بغض نہ ہو، عداوت نہ ہو، کینہ نہ ہو، کپٹ نہ ہو، دوسروں سے جلن اور حسد نہ ہو، اور تقی وہ پرہیزگار بھی ہو، وہ دل اللہ سے ڈرتا ہو، اللہ کا خوف اس کے دل کے اندر طاری رہتا ہو، وہ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے اللہ کے خوف کو دل میں لے آتا ہو، کہ آیا اللہ اس عمل سے راضی

ہے، یا اس عمل سے ناراض ہے، یہ عمل کرنے سے اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی یا اللہ کی ناراضی حاصل ہوگی۔

دنیا کے جھمیلوں میں رہے مگر دل خراب نہ ہو:

دل ایسا ہو جس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو، گناہ کا کوئی جرم اس سے سرزد ہی نہ ہوتا ہو، چاہے وہ اجتماعی زندگی میں رہتا ہو، یا انفرادی زندگی میں، گھر کے اندر تنہا رہتا ہو، یا بازار میں لوگوں کے اندر، معاشرہ کے اندر لوگوں کے ساتھ وہ خرید وفروخت کرتا ہو، ان کے ساتھ آپس میں بیٹھتا ہو، غرض یہ کہ اس کی معاشرت کا اس کی معیشت کا، اس کے رہن کا، اس کے سہن کا، اس کے لین کا، اس کے دین کا، اس کی تجارت کا، اس کی زراعت کا، اور اس کی ہم نشینی کا اور اس کے چلنے پھرنے کا کوئی بھی عمل ایسا نہ ہو جو گناہ والا ہو، جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو اور جس سے اللہ کی ناراضگی کا سبب بننے والا کوئی بھی عمل سرزد نہ ہو، ایسا کوئی بھی گناہ اس سے سرزد نہ ہوتا ہو، تو نقی ہو، صاف ستھرا ہو، تقی ہو، پرہیزگار ہو''لا اثم علیہ'' اور کوئی گناہ اس پر نہ ہو، کوئی گناہ اس سے سرزد نہ ہوتا ہو''ولا بغی'' اس کا دل کسی طرح کے ظلم میں مبتلا نہ ہو، نہ شرک میں نہ ریا کاری میں اور نہ دکھاوا اس کی زندگی میں ہو، نہ نیت کا کھوٹ اس کے دل میں ہو غرضیکہ یہ ساری چیزیں ظلم میں شمار ہوتی ہیں، تو اس کا دل ان تمام بیماریوں سے پاک ہو، اور''ولا غل'' اس کے دل کے اندر کسی کی طرف سے کوئی بغض نہ ہو، کسی کی طرف سے کوئی عداوت نہ ہو، کسی کی طرف سے اس کے دل کے اندر کوئی میل کچیل نہ ہو، صاف ستھرا دل ہو، اس کا دل قابو میں رہے، حریص نہ ہو، دنیا کی محبت سے سرشار ہو کر بے قابو نہ ہو جائے، خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کر جائے۔

کسی کو دیکھ کر حسد نہ کرے:

''ولا حسد'' اللہ تبارک وتعالی نے جو فیصلے کر رکھے ہیں، جس کو جو نعمتیں دے رکھی ہیں، کسی کی نعمتوں کو دیکھ کر وہ جلتا نہ ہو، اور اللہ نے جس کو دینے کا جو فیصلہ کیا ہے، اللہ کے اس فیصلہ سے وہ ناراض نہ ہو اور اللہ کے اس فیصلہ پر وہ انگلی اٹھانے والا نہ ہو، یہ پانچ صفتیں ہیں مخموم القلب کی، کہ نقی ہو، صاف ستھرا ہو، تقی ہو، پرہیزگار ہو، لا اثم علیہ کوئی گناہ اس پر نہ ہو''ولا بغی'' ہر طرح کے ظلم سے دل پاک ہو''ولا غل'' اس کے دل کے اندر کسی کی طرف سے کوئی کینہ کپٹ نہ ہو، ولا حسد اور اللہ کے فیصلوں پر وہ راضی ہو، یہ پانچ چیزیں اگر اس کے اندر ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دنیا کا افضل ترین انسان ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تھرما میٹر ہم کو عطا فرما دیا، بس اس مقیاس کے ذریعہ سے، اس تھرما میٹر کے ذریعہ سے اس پیمانہ سے انسانیت کے تمام لوگوں کو ہم ناپ لیں گے، اگر اس پر پورا پورا کھرا اترتا ہے، تب تو سمجھو کہ وہ انسان بہترین، وہ انسان افضل ہے، وہ انسان اعلی، وہ انسان اعلی اخلاق وکردار کا حامل انسان ہے، اللہ کے یہاں وہ محبوب، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں وہ محبوب ہے اور اگر ان پانچ صفات میں سے کوئی صفت اس کے اندر نہیں ہے تو اس کے مخلص ہونے کا دعوی اس کے اعلی کردار کا حامل ہونے کا دعوی جھوٹا ہے، وہ سچا مخلص اور صحیح انسان نہیں ہے۔

ایسے انسان خال خال نظر آتے ہیں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معیار متعین کر دیا ہے، اب اس معیار کے بعد ہم جب بھی تلاش کریں گے کہ اس انسان کے اندر یہ صفات ہیں، یہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو لفظوں کے اندر تعبیر فرمایا کہ وہ انسان مخموم القلب اور صدوق اللسان ہو، سچی زبان والا ہو، اور سچے دل والا ہو، مخموم القلب کی یہ تشریح کی ہے کہ پانچ صفات اس کے اندر ہوں، اللہ کے یہاں محبوب اور مقبول ہے اور اہل دنیا کے یہاں بھی اس کا مقام ہے، اور اس کی عزت ہے، جب ہم اپنے معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں، ہم انسانوں کو دیکھتے ہیں اور اپنی جستجو والی اور تلاش والی نگاہوں سے دیکھنا چاہتے ہیں تو ان تمام صفات کے حامل انسان ہم کو خال خال ہی نظر آتے ہیں، دعوی ہم سب کرتے ہیں کہ ہم سے زیادہ ایمان دار کوئی نہیں، ہم سے زیادہ مخلص انسان کوئی نہیں، ہم

سے زیادہ اچھا پرہیز گار کوئی نہیں، میں اپنے معاشرہ میں اپنے خاندان میں اپنے قبیلہ میں، اپنی بستی میں، اپنے محلّہ میں اور اپنے ادارہ میں اپنی سوسائٹی میں، اپنی انجمن میں سب سے اچھا انسان ہوں، سب میری تعریف کرتے ہیں، ہم اپنی زبان سے خود تو اقرار کرتے ہیں، لیکن جب ہمارے عمل کو دیکھا جاوے تو یہ پانچ صفات پوری نہیں پائی جاتیں اگر یہ پانچ صفات پائی جاویں تو ہمیں کسی دعوے کی ضرورت نہیں، خود لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ انسان سچا، دوسرے لوگ خود کہیں گے کہ دیکھو یہ انسان اچھا ہے صحیح ہے، یہ انسان افضل ہے۔

اللہ نے اچھوں کیلئے ایک سرٹیفکیٹ بنایا ہے:

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "یاایھا امنوا ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقانا" کہ اے مومنو! اگر تم نے اللہ سے حیا کی، اللہ کا لحاظ کیا، اللہ سے ڈرے زندگی کے ہر گوشہ میں تو اللہ تعالی تمہیں فرقان بنادے گا، فرقان کہتے ہیں جو حق وباطل کے درمیان فرق کردے، کہ لوگ اس کی طرف اشارہ کریں گے، کہ بھائی انسان تو یہ ہے کام کا، آدمی ہو تو بھائی ایسا ہو جیسا یہ ہے، تو فرقان اگر بن جائے اور فرقان اللہ کا لحاظ کرنے سے بنتا ہے، جیسا کہ حدیث کی تشریح میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "النقی والتقی" دوسرا لفظ تقی کا ہے کہ وہ اللہ کا لحاظ کرنیوالا ہو، اللہ سے ڈرنے والا ہو اور پرہیز گاری کی زندگی اختیار کرنے والا ہو، تو اس لئے میرے دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے، کہ ہمیں اپنی زندگی میں پرہیزی بھی لانا ہے، اپنی زندگی کے اندر صفائی بھی لانی ہے، اور اپنی زندگی کے اندر گناہوں سے بھی بچنا ہے اور اپنی زندگی کے اندر کینہ سے کپٹ سے، دل کی برائیوں سے بھی بچنا ہے اور حسد سے بھی بچنا ہے، اللہ نے جس کو جو نعمتیں دے رکھی ہیں، ان پر ہم کو راضی رہنا ہے کہ اللہ ہی قاسم ہے، اللہ ہی تقسیم کرنے والا ہے، اور ہم لوگ لینے والے ہیں، جب یہ باتیں ہمارے دل کے اندر ہو جائیں گی اور ہماری زبان سے سچ کے علاوہ کچھ نکلے گا ہی نہیں، جو بھی نکلے گا وہ سچ نکلے گا۔

ہمارے اوپر دو نگراں ہیں:

اگر ہم سچ بولیں گے تو اللہ تبارک وتعالی کے یہاں ہم سچے لکھے جائیں گے اور پھر سچا مقام اللہ تعالی ہم کو عطا فرمائیں گے، اس لئے کہ "مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید" جب بھی اس کائنات کے اندر کوئی بھی انسان ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالے گا، تو اس کے کاندھوں پر، اس کے شانوں پر بیٹھنے والے فرشتے فوراً اس کو ریکارڈ کرلیں گے، اور اپنے رجسٹر میں محفوظ کرلیں گے، بیٹھے ہیں لکھنے والے اور نگرانی کررہے ہیں، اب ہمیں اپنی زبان سے صحیح صحیح بولنا ہے، ایسے الفاظ نہیں بولنے ہیں، کہ جن سے ہمارے رجسٹر میں غلط ریکارڈ ہو جائے اور پھر کل قیامت کے دن ہمیں شرمندگی کا باعث ہونا پڑے، اس لئے سوچ کر بولنا، سمجھ کر بولنا، مذاق میں بھی کسی کو ایسا لفظ نہیں بولنا کہ وہ ہمارے رجسٹر کو گندا کردے، ہمارے رجسٹر میں لال یا کالا نشان لگے، صحیح صحیح بولیں، مذاق میں بھی بولیں تو صحیح بولیں، سنجیدہ حالات میں بولیں تو صحیح بولیں، اللہ تبارک تعالی ہمیں زبان کی سچائی عطا فرمائے اور اللہ تبارک وتعالی ہمیں دل کے اندر مخمومیت عطا فرمائے، ہمارے دل کے اندر پاکیزگی پیدا فرمائے، دل کے اندر ہمارے پاکی پیدا فرمائے اور ایسا دل ہمیں عطا فرمائے جس سے کوئی گناہ نہ ہو کسی قسم کا غل نہ ہو، کسی قسم کا حسد نہ ہو، کسی قسم کا بغض اور عداوت نہ ہو، اللہ تعالی ہم سب کو قلب سلیم عطا فرمائے۔ آمین ۞

ماہنامہ نقوش اسلام کی آٹھ سالہ قلمی خدمات

اور

اس کی جدو جہد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

ظہورالدین قاسمی

مہتمم جامعہ عربیہ اسلامیہ قاسم العلوم

وویکانند پوری، سرائے روھیلہ (دہلی)

تابش دین

جامعۃ القراءات کفلیتہ اوراس کے روح رواں

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

کسی شخص کے کارنامے اوراس کی محنت کو دیکھ کر اگر اس کے متعلق کچھ لکھا جائے یا اس کے کارناموں کو سراہا جائے، یا تاریخ کا حصہ بنایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، چونکہ کسی انسان کی محنت، اسکی کارکردگی، اس کی جدوجہد کا تذکرہ اوراس کی حوصلہ افزائی کرنے سے اس کے دل کے اندر مزید دلچسپی سے کام کرنے کی ایک فکر، ایک لگن اور ایک دوڑسی پیدا ہوجاتی ہے، اس پرآشوب دور میں خاص طور سے ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا بہت ضروری ہے اور یہ فطری چیز ہوتی ہے، چونکہ اس کی حوصلہ افزائی ہی اس کی ترقی کا زینہ ہوتی ہے، اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم بھی ایک ایسے شخص کے کارنامے کو درج ذیل سطور میں بیان کررہا ہے، جس کے اندر کچھ کرنے کی فکر پیدا ہوئی، جس کی فکر نے تھوڑی سی مدت میں ایک چھوٹی سی مسجد سے لیکر ایک عالی شان مسجد تک، ایک چھوٹے مدرسہ سے لیکر ایک جامعہ تک لے آئی، یہ سب چیزیں اندرونی فکر اور عالی جذبہ کے تئیں وجود میں آتی ہیں، اللہ تعالی ہر انسان کو ایسا ہی جذبہ عنایت فرمائے۔

سورت سے تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ''کفلیتہ'' نام کی ایک بستی ہے، وہاں لب سڑک پر ایک خوبصورت حسین وجمیل بلڈنگ بنی ہوئی ہے، بلڈنگ کو دیکھتے ہی ہر آدمی یہی کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ شاید یہ کوئی جامعہ یا بڑی یونیورسٹی ہے، بلڈنگ ماشاء اللہ بہت عمدہ اور خوبصورت ہے، ساتھ میں ایک عالی شان مسجد بھی ہے، حقیقت میں یہ علم وادب کا گہوارہ ''جامعۃ القرأۃ کفلیتہ'' ہے، جس کے روح رواں محترم الحاج جناب قاری اسماعیل بسم اللہ داؤد صاحب ڈابھیلی ہیں، ہمارے مرکز کے روح رواں حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کا ان سے الحمدللہ ایک اچھا خاصہ تعلق ہے، جن کی دعوت پر ہم ان کے مدرسہ ''جامعۃ القرأت'' میں گئے، راقم کئی سال سے قاری صاحب کے مدرسہ کے متعلق سنتا رہا، اور کئی دفعہ ان سے ملاقات کا موقع بھی ملا، مرکز میں بھی ایک دوبار ملاقاتیں ہوئیں، مگر قاری صاحب سے گفتگو اور تعارف کا کبھی موقع نہیں ملا، اللہ تعالی نے ۳رفروری ۲۰۱۴ء کو یہ موقع عنایت فرمایا اور قاری صاحب سے تفصیلی گفتگو ہوئی، خاص طور سے حالات حاضرہ کے متعلق باتیں ہوئیں، قاری صاحب ایک سنجیدہ طبیعت کے حامل انسان ہیں، بڑے ہی بذلہ سنج، ہنس مکھ اور اساتذہ اور طالب علموں میں گھل مل کر رہنے والے ہیں، ان کی ذات ظاہری چمک دمک سے بالکل پاک ہے، ان کے اندر تصنع اور بناوٹ نام کی کوئی چیز نہیں، ان کے جسم پر سیدھا سادھا لباس، نہ تو سر پر پیچ دار عمامہ، نہ اونچی ٹوپی اور نہ ہی دوسروں کی نظروں کو بھانے والا جبہ، ہاں اتنا ضرور ہے کہ بہت حساس طبیعت کے انسان ہیں۔

''جامعۃ القرأت کفلیتہ'' میں فی الحال ساڑھے سات سو (۷۵۰) طالب علم زیر تعلیم ہیں، اور ۸۰ر اساتذہ وملازمین کا اسٹاپ جامعہ کی خدمت میں لگا ہوا ہے، مدرسہ میں دینیات سے لیکر درجہ پنجم تک اور عربی اول سے لیکر دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا بندوبست ہے، نیز تخصص فی التجوید کا بھی شعبہ چل رہا ہے، تمام اساتذہ بھی ماشاء اللہ قاری صاحب کے ہم مزاج ہیں، قاری صاحب اپنے اساتذہ پر بہت شفیق اور مہربان ہیں، اور اپنے سے جڑے ہوئے ہر خادم کو ملازم نہیں بلکہ خدا کی مہربانی سمجھتے ہیں، کسی کے خلاف آواز اٹھانے کو عار سمجھتے ہیں، ضرورت مندوں کو اپنی کمائی کا قدرتی حصہ سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو اللہ تعالی کا ڈاکیہ تصور

کرتے ہیں، ملازمین پر اس قدر شفیق ہیں کہ ملازمین انہیں اپنا بڑا بھائی سمجھتے ہیں، جس کا تصور آج کل مدارس اسلامیہ میں خال خال نظر آتا ہے، اس طرح کے خیالات اگر آج مدارس اسلامیہ میں پیدا ہو جائیں تو ضرور آج بھی اسی مدارس سے رومی اور غزالی پیدا ہوں گے، قاری صاحب کا خود کا بیان ہے کہ ''ہمارے تمام اساتذہ ایسے محنتی اور جفاکش ہیں کہ تعلیم کے سلسلہ میں کبھی کوئی شکایت نہیں آئی، ہر استاد تعلیم کے سلسلہ میں خوب محنت کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس جامعہ کی تعلیم ایک مثالی تعلیم ثابت ہو رہی ہے، جس کا شہرہ اللہ کے فضل وکرم سے بہت ہے، اگر جامعہ میں کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اساتذہ ہی قدم بڑھاتے ہیں اور ساتھ ساتھ طلبہ کو اس پر ابھارتے ہیں کہ تمہیں ہمارے ساتھ اس طرح کام کرنا ہے اور ہمارا ساتھ دینا ہے، چاہے وہ چندہ کے متعلق کیوں نہ ہو، سب سے پہلے یہاں کے اساتذہ اور پھر یہاں کے طلبہ چندہ دیتے ہیں، اور وہ چندہ لاکھ دو لاکھ تک پہنچ جاتا ہے، یہ سب ہمارے اساتذہ کی مہربانیاں ہیں، سب سے بڑی اور خاص بات یہ ہے کہ ہمارے جامعہ میں پندرہ، سولہ بچوں کے علاوہ سارے طلبہ حافظ قرآن ہیں'' غرضیکہ قاری صاحب اور ان کے جامعہ کے حالات کو دیکھ یقیناً یہی کہنا پڑ رہا ہے: کہ

وہ بھی مجبور ہیں اعزاز انہیں لینا ہے
میں بھی مجبور ہوں سچ بات لکھے جاؤں گا

بہرحال قاری اسماعیل صاحب کے متعلق اتنا لکھ دینا کوئی مبالغہ نہیں ہے، بلکہ یہ آنکھوں دیکھا حال ہے، سردست جو باتیں ذہن میں آئیں اس کو صفحہ قرطاس پر ثبت کر دیا گیا ہے، لیکن اس میں سچائی اور حقیقت کہاں تک ہے، اس کا اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ان کے بارے میں خوب واقف ہیں اور جو ان کے کام اور ان کی محنت کو قریب سے دیکھتے ہیں اور اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، اللہ تعالی ہر ایک کے حال سے زیادہ واقف ہے، یہاں پر صرف ان کے کارنامے کو اجاگر کرنا مطلوب ومقصود نہیں ہے، بلکہ ان کے اخلاق وعادات، آپسی پیار

ومحبت، شفقت وہمدردی اور مخلصانہ خدمات کو بتلانا ہے:

ہم ان کا ذکر جو شب وروز کرتے ہیں
سو گفتگو بھی، وہ بڑی مخلصانہ کرتے ہیں

''جامعۃ القراءۃ کفلیۃ'' اپنے قائم ہونے کے پہلے ہی دن سے افراد سازی اور مردم سازی کا کام انجام دے رہا ہے، غرضیکہ جامعہ کفلیۃ کی بہت ساری خدمات ہیں، علاقہ میں اس کی ایک چھاپ ہے، علاقہ کے اکثر لوگ قاری صاحب کے جامعہ سے خوش ہیں اور جڑے ہوئے ہیں حتی کہ اگر کسی کو امانت رکھنی ہوتی ہے تو سب سے پہلے قاری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ ہماری اس امانت کو رکھ لیں، ہم وقت اور ضرورت پر آپ سے لے لیں گے، قاری صاحب کا بیان ہے کہ ''ہمارے جامعہ کے جتنے بھی مخالفین تھے، سب کے سب الحمدللہ اس سے جڑ گئے اور اس کے ہمدرد ہو گئے اور ہماری سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ علاقہ اور پڑوس کے لوگ ہم سے خوش ہیں، علاقہ کی اکثر وبیشتر مسجدوں میں ہمارے ہی جامعہ کا طالب علم امامت وخطابت کا فریضہ انجام دے رہا ہے''۔

مکاتب کا قیام:

قاری صاحب مکاتب کے قائم کرنے میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں، اس لئے ان کے جامعہ کے زیر انتظام کئی مکاتب چل رہے ہیں جس کا پورا خرچ قاری صاحب ہی اٹھاتے ہیں، ہر مکتب میں اپنے ہی فضلا کو بھیجتے ہیں، اور ساتھ ہی میں اپنے جامعہ سے دس بیس بچوں کو بھی بھیجتے ہیں تاکہ مکتب کا افتتاح بھی ہو اور تعلیم بھی شروع ہو جائے، ابھی کچھ سال پہلے انہوں نے اجمیر میں ایک مکتب کھولا، جس میں ہر سال بارہ ربیع الاول کے موقع پر بچوں کا ثقافتی پروگرام ہوتا ہے، امسال بھی بارہ ربیع الاول کے دن پروگرام ہوا، اس پروگرام میں ملک وبیرون ملک کے لوگ تشریف لائے تھے، پروگرام کو شروع کرنے کے لئے سب سے پہلے تلاوت کرنے کے لئے جب ایک طالب علم کو دعوت دی گئی تو اتفاق سے وہ طالب علم اجمیر ہی کا تھا، اس بات پر افریقہ سے آئے

ہوئے ایک مہمان نے کہا کہ ''کاش! آج حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ زندہ ہوتے تو یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوتے، کیونکہ یہ ان کے دل کی آواز تھی کہ اجمیر میں کوئی شخص پیدا ہو اور یہیں پر دین کا کام کرے'' چونکہ حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اجمیر کا دورہ کیا تھا تو انہوں نے وہاں یہ محسوس کیا کہ یہاں پر دین کا کام کرنا بہت ضروری ہے، اگر اجمیر ہی سے کوئی شخص پیدا ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہوگا، اللہ کے فضل و کرم سے حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ کی تمنا پوری ہوئی، یہ سب جامعہ کفلیتہ کے بانی اور روح رواں کا فیض ہے کہ اللہ تعالی نے ان سے یہ کام لیا۔

امن انگلش میڈیم اسکول:

اس اسکول کے روح رواں بھی حضرت الحاج قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب ہیں، یہ اسکول قاری صاحب کے آبائی گاؤں ڈابھیل میں واقع ہے، جہاں پر ایشاء کا قدیم ادارہ ''تعلیم الدین'' قائم ہے، اسکول میں راقم کو بھی جانے کا شرف حاصل ہوا، اسکول کا جائے وقوع بہت اچھا ہے، اسکول میں ۷۰۰ر بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، فی الحال ساتویں کلاس تک یہ اسکول چل رہا ہے، ہر سال ایک درجہ بڑھایا جاتا ہے، اسکول کی عمارت کشادہ، صاف ستھری اور مضبوط ہے، اسکول کا نظام بہت عمدہ ہے، اسکول کی دیواروں پر کئی حدیثیں عربی رسم الخط میں لکھی ہوئی ہیں جس کا ہر بچوں اور بچیوں کو یاد ہونا ضروری ہے، روزانہ آدھا گھنٹے کا دعائیہ اور اسمبلی پروگرام ہوتا ہے، جس میں اسکول کے تمام بچوں اور بچیوں کا حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے، اس کے بعد ہی تعلیم کا آغاز ہوتا ہے، کلاس میں سب سے پہلے قرآن کی تعلیم ہوتی ہے، قاعدہ بغدادی سے لیکر ناظرۂ کلام پاک کا باضابطہ گھنٹہ ہوتا ہے، گویا یہاں پر بچوں کے لئے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی بندوبست ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ یہ اسکول نہیں بلکہ دین کی اشاعت کا ایک بہترین ذریعہ ہے، قرب وجوار کے گاؤں مثلاً: ڈابھیل، سملک، اسناء، ویسما، کفلیتہ، مارولی، مانیک پورہ اور نوساری وغیرہ سے بچے اور بچیاں بس کے ذریعہ آتے ہیں، اس وقت ڈابھیل کے ہی تقریباً ۲۰۰ر بچے آتے ہیں، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قاری کی محنت اور قربانی اپنے گاؤں میں کس قدر ہے، اللہ تعالی آپ کی محنتوں کا بدلہ عطا فرمائے، اسکول کے سامنے ایک سرکاری اسکول بھی موجود ہے، لیکن ہم نے دیکھا کہ سرکاری اسکول اپنی تعلیمی کمزوری اور بدحالی پر ماتم کر رہا تھا، کیونکہ ''امن انگلش میڈیم اسکول'' نے اپنی رونق اور روزافزوں ترقی کے وجہ سے سرکاری اسکول کو ایسا ماند کر دیا ہے جیسا کہ چاند کو سورج کی روشنی ماند کر دیتی ہے، چنانچہ قاری صاحب نے ''امن اسکول'' قائم کر کے لوگوں کو یہ بھی بتادیا ہے کہ حافظ اور مولوی صاحبان بھی اسکول کو عمدہ سے عمدہ طریقے سے چلا سکتے ہیں، بشرطیکہ عزم اور حوصلے بلند ہوں۔

قاری صاحب نے گجرات کے مدارس اور وہاں کی بعض خصوصیات بیان کیں، کہ یہاں پر اگر کوئی مہمان آتا ہے، تو دوسرے مدرسہ میں لے جانے کا پروگرام بنایا جاتا ہے اور آپس میں علمائے مدارس کا ایک جوڑ ہے، ہر عالم دوسرے عالم کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، وسیع النظر فی ہر عالم کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، کسی کے تئیں کینہ کپٹ نام کی کوئی چیز نہیں اگر کسی مخیرّ نے کسی کو سفیر کچھ رقم دیدی یا دلوادی، تو دوسرے مدرسہ کا آدمی یہ نہیں کہہ سکتا، وہاں کیوں دیدی، یا دلوادی، اس طرح کی بہت سی باتیں بتلائیں، الغرض قاری صاحب احیائے دین اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لئے ہر طرح سے دل وجان سے لگے ہوئے ہیں، ان کا اکثر وقت جامعہ کے کاموں میں صرف ہوتا ہے، ان کی زندگی بڑی مشغولیت کی ہے، کبھی جامعہ میں، تو کبھی اسکول میں اور کبھی مکاتب کے نظم وانتظام میں لگے رہتے ہیں، ہمارا ان کے ساتھ تھوڑا سا وقت لگا، لیکن اس مختصر سے وقت میں ہم نے یہ محسوس کیا کہ قاری صاحب واقعی ایک فعال اور متحرک شخص ہیں، اللہ تعالی ان کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے۔ (آمین)

تمام عمر سلامت رہیں، دعا ہے یہی
ہمارے سر پہ ہیں جو ہاتھ برکتوں والے

حسن تربیت

تربیت اولاد میں باپ کا کردار

مولانا مفتی رحمت اللہ ندوی نیپالی استاد ندوۃ العلماء لکھنؤ

کھلتی کلیاں اور مسکراتے پھول:

بچے جنت کے پھول اور گلشن حیات کے ناز و بو ہیں، گھر کی ساری رونق، خاندان کی اچھی بری شہرت اور زندگی کی ساری آبرو انہیں کے دم قدم سے قائم اور باقی ہے، اگر یہ نہ ہوں تو عالیشان مکان ویران، اونچے اونچے محلات تمام تر سہولیات کے باوجود بے کار، زندگی بے کیف اور بے لطف معلوم ہو، لیکن تربیت کے بغیر کچھ حاصل ہونے والا نہیں، بظاہر بچے کی تربیت ونگہداشت کا آغاز بچے کے پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے، لیکن اصلاً ماں کے پیٹ میں حمل قرار پاتے ہی بچے کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داریاں شروع ہو جاتی ہیں، مشاہدہ ہے کہ استقرار حمل کے بعد والدین کی غفلت و بے توجہی سے غنچۂ امید کھلنے سے پہلے ہی مرجھا جاتا ہے اور تمام تر تمناؤں کے باوجود ماں کی گود خالی رہ جاتی ہے۔

تربیت کی ذمہ داری کس پر ہے؟:

بچوں کی تربیت میں سب سے زیادہ ذمہ داری والدین کی ہے، قدرت کے یہ غنچے انہیں کے دامن میں چٹکتے اور پھول بنتے ہیں، گھر کا ماحول پرسکون، محبت وشفقت سے معمور ہو تو جنت کے یہ پھول پوری شادابی سے نشو ونما پاتے ہیں، اور سارے معاشرے کے لئے صحت وبرکت کی نوید جانفزا ہوتے ہیں، جن معاشروں میں بچے، والدین کی محبت وشفقت سے محروم رہ جاتے ہیں ان میں بگاڑ گھر کر لیتا ہے، بڑے ہونے کے بعد وہ والدین، پورے گھر اور تمام معاشرے کی امیدوں کے برعکس انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اولاد کا باپ سے تعلق:

بچہ ماں کے بعد جس ہستی کو سب سے زیادہ اپنے قریب محسوس کرتا ہے، وہ باپ ہے، باپ کو چاہئے کہ بچہ کو اپنے سے خوب مانوس کرے، بچوں کی جائز خواہشوں کی تکمیل کرے، ان کی تعلیم کا بہتر بندوبست کرے، معیاری تعلیم گاہ میں انہیں داخل کرائے اور ان کی تعلیمی دلچسپیوں کا جائزہ لیتا رہے، حدیث شریف میں باپ کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے: "ادبوا أولادكم وأحسنوا أدبهم"۔ اپنی اولاد کو ادب سکھاؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے: "مانحل والد ولداً خيراً من أدب حسن" کسی باپ نے اپنے بیٹے کو حسن ادب سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں دیا، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے: "حق الولد على والده أن يحسن اسمه ويحسن أدبه" والد پر اولاد کا یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو حسن ادب سکھائے۔

پیدائش سے لیکر موت تک انسان کا تعلق تعلیم وتجربات سے قائم رہتا ہے، ولادت کے بعد بچہ چلنا پھرنا، بولنا چالنا، پہننا اوڑھنا، کھانا پینا، ملنا جلنا، محبت ونفرت، بھلائی برائی اور بے شمار طور طریقے اور باتیں اپنے والدین، بھلائی بہن اور تمام اعزاء واقرباء، پاس پڑوس اور اپنے معاشرے اور ماحول سے سیکھتا ہے، دانش مند مربی بچے کو ان تمام باتوں میں اسلامی اصول تربیت کا خوگر بناتا ہے تاکہ بچہ جو کچھ بھی سیکھے وہ اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے معاون ہو۔

انسان کی عمر کا چوتھائی حصہ لڑکپن کا ہے، اللہ تعالی نے یہ لمبا وقفہ اسی لئے رکھا ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت اتنی ہمہ گیری سے کرلیں کہ وہ معرکہ حیات میں قدم رکھنے کے بعد کامیاب وکامران اور آخرت میں اللہ کے انعامات کے مستحق ہو سکیں۔

تربیت کا مفہوم اوراس کی اہمیت:

تربیت کا خاص لغوی مفہوم ''غذا پہنچانا اورنشو ونما دینا'' ہے، اردو زبان میں یہ لفظ پرورش کے معنی میں ضرور استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا مخصوص اصطلاحی مفہوم ''مخصوص اصولوں کی بنیاد پر انسان کی اخلاقی وعملی نگہداشت ورہنمائی'' ہے۔

تربیت کو تعلیم کا مدخل اور بنیاد مانا گیا ہے، تربیت کے بغیر تعلیمی ڈھانچہ قائم نہیں ہوسکتا، تربیت کا اصلی کام یہ ہوتا ہے کہ وہ افراد کو نفسیاتی، اخلاقی، عملی اور اعتقادی طور پر اس بات کے لئے تیار کرے کہ وہ عملی مادہ کو قبول کر سکے، معلوم ہوا کہ تعلیم وتربیت کے مابین گہرا ربط ہے، آج کے معاشرہ میں جو انتشار وانارکی پھیلی ہوئی ہے، اس کا سبب دونوں کے مابین فصل پیدا کر دینا ہے، تعلیم کو ترقی دی جارہی ہے، اور تربیت کے پہلو کو نظر انداز کیا جارہا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ علم کے میدان میں شہرت ونا موری رکھنے والا انسان جھوٹ، خیانت اور بدکاری سے اپنے آپ کو دور نہیں رکھ سکتا، اور اخلاقیات ونفسیات کا مدرس بھی کبھی کبھی ان تمام رذائل میں مبتلا وملوث نظر آتا ہے، جن کے خلاف وہ اپنے طلبہ کو درس دیتا ہے، واضح رہے کہ تعلیم سے تربیت کو علاحدہ کرنے کے بعد معیاری انسان کی تعمیر ناممکن بن جاتا ہے۔

تربیتی نظام اور اس کے مراحل:

مختلف مراحل کے تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے بچے کی صحیح دیکھ بھال کو تربیت کہا جاسکتا ہے، تربیت کا دائرہ فرد، خاندان، معاشرہ اور پوری انسانیت تک وسیع ہے، بچے کو معاشرے کا بااعتماد اور صالح فرد بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو ہم آہنگ تربیت دی جائے، جسمانی، ایمانی، اخلاقی، نفسیاتی، عقلی، اجتماعی اور جنسی ہر پہلو سے متعلق اسلام کے فطری اصول موجود ہیں، مربی کا کام یہ ہے کہ مختلف مراحل کے تقاضوں اور خصوصیات کو سمجھنے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے ان اصولوں کو عمل میں لائے، اسلامی نظام تربیت کی نظر میں حقیقی مربی اللہ ہے، اور اس کے بعد اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ کی فطرت اور اس کی گونا گوں صلاحیتوں اور استعدادوں کا خالق اللہ ہے، اسی نے بچہ کی نشو ونما کے مراحل وضوابط مقرر کئے ہیں، اور اس کی صلاح وکمال کے اصول متعین فرمائے ہیں، اور ان تمام امور کے بارے میں صحیح تر علم صرف وہی رکھتا ہے، انسان اپنے تجربات کی روشنی میں جو اصول تربیت وضع کرتا ہے، ہر دور میں ان میں نقص کا احتمال باقی رہے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نازل کردہ ان اصولوں کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت فرمائی۔

تربیت کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر اور اس کا امتیاز:

تربیت کے سلسلہ میں اسلام کا نقطۂ نظر دیگر وضع کردہ نظریات اور اصولوں سے مختلف ہے، اس کا اولین تربیتی مقصد ''صالح انسان'' کی تیاری ہے، جس کے دل میں ایمان، صلاح وتقوی اور ایثار وقربانی کی قندیل روشن ہو، جب کہ یورپ کے ماہرین تربیت نے اس کی بنیاد مطلق آزادی پر رکھی ہے، اور مذہبی یا اخلاقی ضوابط کو فرد کے لئے روکاوٹ سمجھتے ہوئے اس کو تمام قیود سے آزاد رکھنا ضروری سمجھا ہے۔

اسلامی تربیت کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اسلام زندگی کے ہر مرحلہ میں تربیت وتوجیہ کا قائل ہے، یعنی تربیت کا عمل صرف تعلیمی زندگی تک محدود نہیں ہے، بلکہ انسان، زندگی کے جس مرحلہ میں بھی ہو اسے تربیت کی ضرورت ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تربیت کے لئے عمر کے کسی مرحلہ کی قید نہیں۔

اصول تربیت:

تربیت کے اصول، نظریات اور قواعد وقوانین انسانی معرفت کے مختلف فروع وجزئیات سے ماخوذ ہیں، تربیت ایک فن ہے، مربی حالات، تجربات، مشاہدات اور نفسیات کے لحاظ سے اس کے اصول خود اپناتا ہے، وضع کردہ اصول سے استفادہ تو کرسکتا ہے کیونکہ اس سے سہولت ہوتی ہے اور بڑی رہنمائی اور مدد ملتی ہے، لیکن اس پر کلی انحصار اور اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی تربیت-ایک فریضہ:

اسلام انسان کے لئے اللہ کی شریعت ہے اور اسلامی شریعت کی تکمیل بغیر فرد،نسل اور سماج کی تربیت کے نہیں ہوسکتی،اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلامی تربیت والدین اور معلّمین کے ذمہ ایک فریضہ ہے،اور ایک ایسی امانت ہے جس کی حامل ایک نسل اپنے مابعد والی نسل کے لئے ہے اور مربیان کرام اس امانت کی ادائیگی میں مصروف ہیں، معلوم ہوا کہ تعلیم وتربیت کا کام بڑا مہتم بالشان اور نہایت عظیم المرتبت ہے،تمام انبیاء ورسل نے اپنے اپنے عہد میں اسے انجام دیا اور آخر میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذمہ داری بحسن وخوبی ادا کی، پھر بڑے بڑے ائمہ کرام اور ماہرین فن علماء عظام نے اس بار امانت کو سنبھالا اور پوری ذمہ داری نبھائی، جو ورثۃ الانبیاء کے معزز لقب سے مشرف ہوئے۔

اسلامی تربیت، ایک انسانی مسئلہ اوروقت کا تقاضہ:

جومصائب وآلام عموماً انسانی معاشرہ پر نازل ہوتے ہیں اور جن حالات وحادثات سے اسلامی معاشروں کو گزرنا اور دوچار ہونا پڑتا ہے، انسان کا دوسرے پر ظلم وستم، طاقتور حکومتوں کا کمزور قوموں کے سرمایے پر قبضہ اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ کے جو کچھ واقعات پیش آتے ہیں، وہ سب انسان کی غلط تربیت کا نتیجہ اور انسان کا خود اپنے کمال کی چاہت وخواہش سے انحراف اور اپنی انسانی فطرت سے روگردانی کا اثر ہے، چونکہ اسلام کامل ربانی منہج ہے اور انسان کی فطرت سے مکمل ہم آہنگ ہے اور اللہ نے اسے انسانی شخصیت کو کامل ومتوازن سانچے میں ڈھالنے کے لئے نازل فرمایا ہے، تاکہ وہ اس شخصیت کو زمین پر بہترین نمونہ بنائے اور انسانی معاشرہ میں عدالت الٰہیہ کو بروئے کار لائے ،لہٰذا جب تربیت کی کوششیں، جدید تربیتی مدارس، مغربی تربیت کے نظریات وفلسفیات بری طرح ناکام ہوگئے، اور طفولیت وانسانیت کو یورپ کے قرون وسطی کے ظلم وتیرگی سے بچانے اور نجات دلانے میں ناکارہ اور بودے ثابت ہوئے بلکہ ظلم وظلام سے نکال کرتباہی وبربادی میں ڈھکیل دیا تو ایسی صورت حال میں اس انسانی قضیہ نامرضیہ اور ضرورت کا حل اور نجات دہندہ صرف اور صرف اسلامی تربیت ہی ثابت ہوئی۔

خاندان اور اس کا تربیتی نظام:

تربیت کے حلقے اور مراکز کئی ہیں: مثلاً مسجد، مدرسہ، خاندان اور سماج، خاندانی تربیت کا نظام اس طرح ہونا چاہئے کہ وہاں حدوداللہ کو قائم کیا جائے تاکہ ایسے ماحول میں پلنے بڑھنے والا بچہ دیکھے اور سیکھے، کیونکہ وہ اپنے والدین کی عادات کی تقلید کرتا ہے، اسی طرح ماحول کو پرسکون اوراطمینان بخش بنایا جائے، تاکہ ایسی فضا میں زیر پرورش نوخیز بچہ کے اندر اعتماد، اطمینان الفت ومحبت پیدا ہو اور وہ قلق واضطراب، پیچیدگی اورنفسانی امراض سے دور رہے، کیونکہ یہ بچہ کی شخصیت کو کمزور کرتے ہیں اوراسے نکھرنے کا موقع ملے، خاندانی نظام تربیت میں اس کا خیال رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ بچوں سے محبت ہو اوران کی فطرت کوانحراف ولغزش سے محفوظ رکھا جائے۔

بچوں سے محبت ،تربیت میں مؤثر:

اولاد سے محبت اوران پر شفقت وہ اہم فطرت ہے جس پر انسان وحیوان کی تخلیق ہوئی ہے، اور اللہ تعالی نے اسے نفسیاتی، اجتماعی اور فطری زندگی کی اساس بنادیا ہے، اگراولاد سے توازن کے ساتھ بھرپور محبت نہ ہوتو بچہ اپنے سماج میں انحراف کی حالت میں پرورش پاتا ہے، وہ دوسروں کے ساتھ اچھی الفت نہیں رکھتا اور نہ تعاون کرسکتا ہے، نہ خدمات وقربانیاں پیش کرسکتا ہے، اور نہ بڑا ہونے کے بعد رحم دل باپ یا متوازن حسن معاشرت رکھنے والا شوہر بن سکتا ہے، اور نہ ایک بے ضرر ہمسایہ اور نفع رساں پڑوسی ثابت ہوسکتا ہے۔

باپ کو چاہئے کہ اولاد پر شفقت اور نرمی رکھے، غصہ اور طیش سے اجتناب کرے، حتی الامکان سزا دینے سے پرہیز کرے، پھر مناسب وقت میں اس کی دلبستگی کردے، تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سخت کلمات کی بہ نسبت نرم گفتگو زیادہ مؤثر ہوتی ہے، خوف دلانے، دباؤ ڈالنے، یا مارنے اور دھمکانے سے خواہ وقتی طور پر کام چل جائے، مگر یہ

کامیابی عارضی ہوتی ہے، اور آج کل تو وقتی کامیابی بھی نہیں ہوتی بالکل فتنہ کھڑا ہوجاتا ہے، اور باغیانہ ذہن بن جاتا ہے، اس لئے حکیمانہ اور حلیمانہ اسلوب ہی مفید اور مؤثر ہے۔

فطرت کو انحراف سے محفوظ رکھے:

اسلام نے خاندان کو بچہ کی فطرت کا نگہبان اور ذمہ دار سمجھا ہے، اور اس کو لاحق ہونے والے انحراف کا مصدر والدین یا تربیت میں ان کے قائم مقام کو قرار دیا ہے، وجہ یہ ہے کہ بچہ صاف وشفاف طبیعت اور سلیم فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے، اسی مفہوم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

"مامن مولود الا یولد علی الفطرة، فأبواه یهودانه او ینصرانه أو یمجسانه، کما تنتج البهیمة بهیمة جمعاء هل تحسون فیها جدعاء" ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے تو اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں، جس طرح جانور مکمل جانور کو جنم دیتا ہے، اس میں کوئی عیب دار نہیں ہوتا، پھر حضرت ابو ہریرہ نے یہ آیت "فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسُ عَلَیْهَا، لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ" پڑھی، اللہ کی وہ فطرت جس پر لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی تخلیق ہیں، کوئی تبدیلی نہیں، یہی قائم رہنے والا دین ہے، اس حدیث کو تربیت پر منطبق کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ والدین اور مربیوں کی دو ذمہ داریاں ہیں:

۱- بچہ کو اللہ کی عظمت ونعمت کی یاددہانی کرانا، اور عادی بنانا، توحید کا درس دینا، گردش لیل ونہار، گرمی وسردی کے جو مظاہر اس کائنات میں ہیں، ان کی تفسیر کرنا، تاکہ بچہ اپنی فطرت کی شفافیت پر قائم رہے۔

۲- گمراہ، مغضوب ومعتوب قوم اور کفار ومشرکین اور ان کی ڈگر پر چلنے والوں کے انحرافات کا اظہار کرنا، ان کی عبرت ناک داستان بیان کرنا، تاکہ بچہ یہودیت یا نصرانیت یا مجوسیت سے دور رہے اور غیروں کی تقلید یا ان کی طرف میلان یا ان کی طرح انحراف سے بچ سکے۔

انداز تربیت:

بچے کی تربیت سے متعلق ساری ذمہ داریاں مربی اسی وقت پوری کرسکتا ہے جب کہ وہ خود بچے کے لئے ایک پرکشش نمونہ ہو، وہ اپنی ذات کو اس قدر مثالی بنائے کہ بچہ غیر شعوری طور پر اس سے وابستہ رہنے میں مسرت محسوس کرے اور آہستہ آہستہ ان اصولوں کا خوگر ہوجائے جو مربی کا مقصد ہے، اور جس سے دنیا اور آخرت میں مربی اور بچے دونوں کی سعادت اور کامرانی وابستہ ہے، ہم ذیل میں وہ اصول درج کرتے ہیں جن کی پابندی مربی کے لئے ضروری ہے:

۱-تقوی شعاری:

اس روحانی صفت سے مربی کا متصف ہونا شرط اول ہے، یعنی وہ اپنی زندگی کے مقصد، ذکر وفکر، رہن سہن، عبادات ومعاملات، اور دنیا کے تمام کاموں میں کھلے چھپے ہر طور پر اللہ کا خوف رکھے، صالح اعمال شرعی کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرے، اور اس کے عذاب سے بچے، اللہ تعالی نے متعدد آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اس صفت سے متصف ہونے کی تاکید کی ہے۔

۲- اخلاص:

تربیت کے جملہ امور خواہ ان کا تعلق بچہ کے کھانے پینے اور جسمانی صحت سے ہو یا کسی کام کے کرنے یا روکنے یا سزا دینے سے ہو، سب میں مربی کا خلوص شرط لازم ہے، یہ ایمان کی اساس اور اسلام کا مقصد ہے، اس کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں، اور اس کے بغیر بچہ کی تربیت ناکام ہوگی۔

بچہ کی تربیت میں مربی اپنے ارادے، کام اور بات کو اللہ کے لئے خالص کردے، دنیا میں تربیت کے نیک ثمرات اسی سے حاصل ہوں گے، اور آخرت میں اللہ تعالی اس کے اعمال کو اخلاص کی بنیاد پر قبول فرمائے گا۔

۳ - علم:

شریعت اسلام نے بچہ کی تربیت کے مکمل اصول دیئے ہیں، مربی کو ان اصولوں سے باخبر ہونا ضروری ہے، دنیا میں ہر کام کے احکامات کا مخصوص مزاج ہے، اس لئے اسلام کے مخصوص مزاج سے آگاہ رہنے

کے لئے اسلام کا جامع تصور رکھنا ضروری ہے، تاکہ ایک دانشمند مربی کی طرح پورے یقین، علم اور اعتقاد کے ساتھ بچہ کی تربیت، اسلامی ہدایات واصول تربیت پر کر سکے۔

٤- صداقت:

مربی بچہ کو جو بات سکھانی چاہئے وہ اس کے قول وفعل کے مطابق ہو، نیز مربی کا قول وفعل باہم تضاد سے خالی ہو، اگر کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے تو اس کا منفی اثر بچہ پر ضرور پڑے گا، مثلاً گھر کے دروازہ پر کسی نے دستک دی اور اس وقت وہ کسی وجہ سے ملنا نہیں چاہتا، اس لئے بچہ سے کہہ دیا کہ جا کر بتاؤ کہ ابو گھر پر نہیں ہیں، اب بچہ کے معصوم ذہن پر جھوٹ کا نقش قائم ہو جائے گا، اور وہ یہ سمجھے گا کہ جھوٹ کا سہارا لیکر بچا جا سکتا ہے۔

٥- حلم وعفو:

یہ ایک عظیم اخلاقی صفت ہے، جو انسان کو معیاری بلندی بخشتی ہے، مربی اس صفت سے بچہ کو خود مربوط رکھ سکے گا اور اسے تربیتی اصولوں کا خوگر کر سکے گا۔

بچہ کی تربیت کے کسی مرحلہ میں اگر مربی ڈانٹ ڈپٹ یا سزا کو ضروری سمجھتا ہو تو شریعت کی طرف سے جائز حدود میں اسے اختیار ہے، اس میں غصہ بجھانے کا جذبہ نہیں بلکہ اصلاح کا جذبہ کارفرما ہونا ضروری ہے، اس طرح یہ سختی نرمی کا نعم البدل ہے۔

٦- عدل ومساوات:

مربی کو بچوں میں عدل ومساوات کا قائم رکھنا نہایت ضروری ہے، یہ اسلامی تعلیمات کا خمیر ہے، اور دنیاوی زندگی میں اللہ کا مطلوب ہے، یہ اخلاقی صفت بچہ کی مربی اور اسلامی تعلیمات سے گہری وابستگی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

٧- بچہ کی نفسیات کا علم:

بچہ تربیت کے جس مرحلے میں ہو اس مرحلہ میں بچہ کی نفسی خصوصیات اور اس کی عقل اور اس کی فطری استعداد کا علم مربی کے لئے نہایت اہم ہے کیونکہ اس طرح بچہ کی فطری خصوصیات اور طبعی میلان کی رعایت کرتے ہوئے جائز حدود میں مربی اسے تربیت دے سکتا ہے۔

٨- احساس ذمہ داری:

بچہ کی جسمانی، نفسیاتی، ایمانی، اخلاقی، عقلی اور معاشرتی تربیت کے لئے مربی کو اپنی عظیم ذمہ داری کا ہر وقت احساس رکھنا ضروری ہے، ورنہ اس کی غفلت بچہ کے لئے مضر ہوگی اور اس کو غلط راستہ پر ڈال دے گی، اللہ کا ارشاد ہے:" یاأیھا الذین آمنوا قوا أنفسکم وأھلیکم ناراً" اے ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے"کسی باپ کا بچہ کو عمدہ آداب سے آراستہ کرنے سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں"۔(ترمذی)

بچوں میں بگاڑ کے اسباب:

بچوں میں بگاڑ کیوں آتا ہے؟ عموماً اس کے اسباب پر غور نہیں کیا جاتا، جب کہ بگاڑ بچے کی سرشت میں داخل نہیں، بلکہ اس کے کچھ واقعی اسباب ہیں، جن کا تدارک کر کے صحیح تربیتی علاج کے ذریعہ ان کو صالح بنایا جا سکتا ہے، عام طور پر حسب ذیل اسباب بگاڑ کے ہوتے ہیں:

(۱) بچوں کی بہت سی جائز خواہشات مثلاً پہننے، اوڑھنے، کھانے پینے اور کھیلنے کودنے کی عدم تکمیل سے ان میں مایوسی در آتی ہے، جس سے وہ ناجائز طریقے مثلاً چوری، جرم پسندی، بری صحبت اور معاشرے سے انحراف اپنا لیتے ہیں، اسلام نے اس کا علاج بیت المال سے بچوں کا وظیفہ دینے سے کیا ہے۔

(۲) گھروں میں والدین اور اقرباء کے تعلقات کی ناخوشگواری اور تعلیم گاہوں میں اساتذہ کی باہمی رقابت بھی طلبہ کے بگاڑ کا ایک سبب ہے، اسلام نے اس ضمن میں والدین اور اقرباء کو باہم محبت اور تعاون وتفاہم سے رہنے کی تلقین کی ہے۔

(۳) بگاڑ کا ایک اہم سبب بری صحبت ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برے ساتھیوں سے بچنے کی زبردست تلقین کی ہے۔

(۴) والدین اور بڑوں کا غیر پسندیدہ مثلاً تحقیر، عیب جوئی، مار پیٹ، بے جا سختی، تمسخر وغیرہ کا برتاؤ۔

(۵) بچوں کے بگاڑ کا ایک سبب جنسی اور مجرمانہ فلمیں، ناول اور فحش رسالے ہیں، جوان میں سماج سے بغاوت کی روح پھونکنے اور جرائم کے ارتکاب پر ابھارتے ہیں، مربیوں پر لازم ہے کہ وہ بچوں کو اس طرح فلمیں دیکھنے اور ایسے ناول اور رسالے پڑھنے سے روکیں اوران کی فطرت کی تسکین کے لئے اسلامی تاریخ کے مجاہدین اوران کے کارناموں سے واقف کرائیں، جائز کھیل اورتفریح کے مواقع مہیا کریں۔

(۶) معاشرہ اگر عائلی ، معاشی ، اخلاقی ، دینی وفکری اور اجتماعی طور سے انتشار کا شکار ہے تو بچے لازمی طور سے ان تمام پہلوؤں سے انتشار کا شکار ہوں گے ، لہٰذا معاشرہ کی اصلاح کے لئے اسلام کے عطا کردہ اصول کو اختیار کرنا ذمہ داران معاشرہ کے لئے ضروری ہے۔

(۷) بگاڑ کا ایک اہم محرک بچوں کی تربیت سے لاپرواہی ہے ، اگر والدین اقرباء یا معاشرے کے دیگر ذمہ دار اپنے کاروبار زندگی میں اتنے مصروف ہیں کہ اپنے سکون وراحت کی بھی فکر نہیں ہے ، یا خالی وقتوں میں خودتفریح اوردوستوں کی صحبت میں مشغول رہنے کی وجہ سے بچوں کی تربیت اور رہنمائی کی فکر نہیں کرتے تو ایسے لوگ بچوں کے بگاڑ کا حقیقی سبب ہیں۔

تربیت کے چندبنیادی نکات:

یہاں تربیت کے مزید کچھ نکات درج کئے جاتے ہیں جن کی روشنی میں باپ اوردیگر مربیان کوتربیت میں سہولت ہوگی:

۱-بچوں کی بہتر تربیت کے لئے گھر کے ماحول کوخوشگوار بنایا جائے ، اگر بچے غلطی کریں تو مشتعل نہ ہوا جائے اور نہ سزا دی جائے بلکہ عفوو درگزر سے کام لے کر محبت و پیار سے سمجھا دیا جائے ، جوغلطی ایک بار ہوگئی ہے ، اسے باربار دہرا کر احساس نہ دلایا جائے ، ایسا کرنے سے ضد اور چڑ پیدا ہوجاتی ہے ، اوراسی غلطی کودوبارہ کرنے کا جذبہ پروان چڑھنے لگتا ہے ، بچے کی غلطی پر اسے دوسروں کے سامنے نہ ٹوکا جائے بلکہ تنہائی میں اچھے انداز سے سمجھادیا جائے اورغلطی پرٹوکتے ہوئے اس کی خوبیوں کا ضرور تذکرہ کیا جائے ، مہمان یا رشتہ دار کے سامنے بچہ کی شکایت نہ کی جائے بلکہ خوبیوں کا ذکر کرکے کمیوں کونظرانداز کردیا جائے۔

(۲) بچے کی تربیت سے کبھی مایوس نہ ہوں ، یہ توقع رکھنا کہ بچے کی بری عادتیں فوراً دور ہوجائیں گی ، دانشمندی کی بات نہیں ہے ، بچہ بہرحال بچہ ہے ، اس سے طفلانہ حرکتوں کا صدور لازمی ہے ، اس سے بہت بلند توقعات باندھ لینا عقلمندی کی بات نہیں۔

(۳) بچوں کو اپنے معیار پر نہ جانچئے ، یہ نہ بھولئے کہ جب آپ بھی بچہ تھے تو آپ میں بھی خیروشر کی اتنی تمیز نہ تھی ، جتنی اب ہے۔

(۴) بچوں کو کچھ ایسے کام آزادانہ طور پر ضرور کرنے دیجئے جس سے ان میں خود اعتمادی اور جرأت پیدا ہو ، بات بات پر بچے کو ٹوکنا اوراس کی تمام حرکتوں پر گہری نظر رکھنا مناسب نہیں ہے۔

(۵) بچوں کی فطری خواہشوں کی تکمیل کی حتی الامکان کوشش کیجئے اور آہستہ آہستہ ان پر قابو پانے کی تربیت دیجئے۔

(۶) بے جا لاڈ پیار بھی بچوں میں بری عادتوں کے جنم کا باعث ہوتا ہے ، بچہ کی تربیت کے سلسلہ میں محبت کے فطری جذبہ سے مغلوب نہیں ہونا چاہئے۔

(۷) بچہ کی سرگرمیاں اس کی زندگی کے خوش گوار یا تلخ تجربات سے مربوط ہوتی ہیں ، وہ اپنے تجربات کی روشنی میں خود اپنے لئے راہ متعین کرتا ہے ، والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچہ کی سرگرمیوں کو مثبت اورخوشگوار تجربات سے مربوط کرنے کی کوشش کریں۔

(۸) بچہ کی قوت وصلاحیت اگر غلط رخ پر صرف ہورہی ہے تو صرف رخ تبدیل کردیجئے ، ختم کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔

(۹) بچوں کی تعلیم وتربیت میں ان کی عمر اور استعداد کا پاس ولحاظ ضرور رکھنا چاہئے ، ان کی صلاحیت سے زیادہ ان سے کام لینا یا ان پر مضامین کا بوجھ لاد دینا یا ایک درجہ چھوڑ کر اگلے درجہ میں ترقی دلا دینا ، بچوں کے لئے نہایت نقصان دہ ہے ، اوراس سے ان کی صلاحیتوں کو خاطر خواہ نشوونما نہیں مل پاتی۔

(۱۰) بچوں کی نفسیات اور جذبات واحساسات کو سمجھنا بہت ضروری ہے ، اگر آپ کی کسی روش سے بچوں کے احساسات وجذبات کو ٹھیس پہنچ

جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہے، بچے بگڑتے ہی اس وقت ہیں جب ان کے جذبات واحساسات کی تحقیر کی جائے اور ان کی نفسیات کا مطالعہ نہ کیا جائے۔

(۱۱) بچوں کو سمجھانے کے لئے مؤثر اور دلنشیں اسلوب اپنایئے، ان کی فطرت میں کہانیاں دلچسپی کے ساتھ سننا داخل ہے، لہٰذا انہیں نصیحت آموز کہانیاں، پاکیزہ قصے سناتے رہنا چاہئے، لیکن بار بار ہر وقت نصیحت کرتے رہنے سے پرہیز کرنا چاہئے، زیادہ روک ٹوک سے بچہ میں ضد پیدا ہوتی ہے، اور نافرمانی کا جذبہ جڑ پکڑتا ہے، نصیحت کو کارآمد اور مفید بنانے کے لئے مناسب موقع تلاش کیا جائے، جب بچہ کسی پریشانی، الجھن یا مصروفیت میں ہو تو بالکل نصیحت نہ کیجئے۔

(۱۲) پابندی کے ساتھ اپنے بچہ کو اپنے اوقات میں سے کچھ حصہ ضرور دیں کیونکہ آپ محض کمائی کی مشین نہیں ہیں بلکہ بچہ کے ماں باپ بھی ہیں۔

(۱۳) جب بچہ سوال کرے تو ڈانٹئے نہیں، یا اس کی سمجھ میں کوئی چیز نہ آئے تو جھڑکیئے نہیں بلکہ حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس کا اطمینان بخش جواب دیجئے۔

(۱۴) بچہ جب بولنے اور سمجھنے لگے تو اسے مختصر احادیث، قرآنی آیات اور عمدہ اشعار یاد کرائیے، اسی سے بچہ کا لب ولہجہ درست ہوگا، زبان بری باتوں سے محفوظ رہے گی، دل ودماغ شروع سے اچھی باتوں کو قبول کرنے اور یاد رکھنے کا عادی بنے گا۔

(۱۵) بہتر اخلاق کی نشو ونما اور ناپسندیدہ حرکات سے باز رکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بچہ کی عمر اور صلاحیت کے اعتبار سے مناسب کھیلوں، دلچسپیوں اور درسیات کے علاوہ، دلچسپ مشاغل اور مصروفیات اور اجتماعی سرگرمیوں کے مواقع زیادہ سے زیادہ فراہم کئے جائیں۔

(۱۶) والدین اور اساتذہ خود مثالی کردار پیش کریں تو بچہ فطری طور پر ان کی تقلید کرتا ہے، لہٰذا والدین کو بچے کے سامنے کسی ایسی چیز کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے، جس سے ان پر منفی اثرات پڑے۔

تعلیم وتربیت کا دستورالعمل اورطریقہ :

آخر میں حضرت تھانوی کے کچھ دستور العمل اور طریقہ تعلیم وتربیت نقل کئے جاتے ہیں جو حکیمانہ اور اہم ہیں، بچوں کی تربیت پر مامور اور اصحاب اولاد کو ان کی رعایت رکھنی چاہئے:

(۱) سب سے پہلے کلمہ توحید سکھلائے، پھر اس کو ضروری آداب کی تعلیم دے (۲) جب سامنے آئے تو سلام کرے (۳) جھوٹ بولنے سے نفرت دلائے (۴) پردہ اور حیا کی تعلیم دے اور اسکی تاکید کرے (۵) لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جگہ نہ کھیلنے دے، اگر وہ نامحرم ہیں تو آئندہ کے مفاسد کی روک تھام ہے، اور اگر وہ محرم ہیں تو لڑکیوں میں بے حیائی پیدا ہونے اور لڑکوں میں نقصان عقل کا احتمال ہے (۶) خود بھی بچوں کے سامنے کوئی نامناسب کام یا بے حیائی کا کام نہ کرے، گو بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ بول بھی نہ سکتا ہو، کیونکہ اس فعل کا عکس اس کے دماغ میں نقش ہو جاتا ہے، پھر اس کا اثر بڑے ہونے کے بعد ظاہر ہوتا ہے (۷) ہنسی ودل لگی کی عادت اس میں نہ پیدا ہونے دیں کیونکہ اس سے بے باکی پیدا ہوتی ہے (۸) اس کا اہتمام رکھیں کہ سیانے بچوں میں دوستی نہ پیدا ہونے پائے کیونکہ اس سے مفاسد اور خرابیاں بے شمار ہوں گی، اور اگر ان کے باہم کھیلنے میں کوئی مصلحت ہو تو اس کھیل کے وقت خود حاضر رہیں، بعد میں میل جول نہ ہونے دیں (۹) اس کی عادت ڈالے کہ وہ چھپ کر کوئی کام نہ کریں، چھپ کر بچہ وہی کام کرے گا جس کو برا سمجھے گا تو گویا شروع ہی سے وہ برا کام کرنے کا عادی ہو جائے گا (۱۰) اس کی بھی عادت ڈالے کہ سخن پروری (خواہ مخواہ کی طرفداری) کبھی نہ کرے، حق واضح ہو جانے کے بعد گو اپنے سے کم درجہ کا آدمی اس پر مطلع کرے لیکن فوراً اس کی بات مان لے اور ہر بات میں اس کو تواضع وخاکساری کی عادت ڈالے۔

اللہ تعالیٰ ہر مربی کے لئے تربیت آسان بنائے، مدد فرمائے اور ہماری نسلوں کو غلط راستہ پر پڑنے سے بچائے اور ہمارے لئے اولاد کو دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک، دلوں کا سکون اور آخرت میں بلندی درجات اور ذریعہ مغفرت بنائے۔ آمین

تعارف

اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد شرح

شرح صحیح مسلم

ابوامامہ عزیزی

حدیث شریف میں صحیح مسلم کا جو مقام ہے، وہ اہل علم حضرات سے مخفی نہیں "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" الجامع الصحیح للبخاری کے بعد امام مسلم کی صحیح کا مقام ہے، اور بخاری کے ساتھ مسلم کا تذکرہ صحیحین کے نام سے ہوتا ہے، اسی طرح فن حدیث میں جب "متفق علیہ" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، تو اس سے مراد امام بخاری کی صحیح اور امام مسلم کی صحیح ہوتی ہے، ہر زمانے کے محدثین نے احادیث کی جمع وترتیب اور تدوین وتشریح کا فریضہ انجام دیا ہے، اور علم حدیث کی طرف اعتناء اور اس کی روایت ونقل کو صرف سعادت ہی نہیں بلکہ اپنا ایک دینی فریضہ سمجھا ہے، اور اس کے سلسلہ میں اپنی پوری پوری زندگی کو صرف کر دیا ہے، بلکہ ایک ایک حدیث کی سماعت، روایت اور اس کو حاصل کرنے کے لئے محدثین کرام نے ہزاروں میل کا سفر طے کیا ہے اور پھر وہ ایک حدیث محدث سے سنی ہے، یا اس کو سنائی ہے، یا اس کے معانی ومفاہیم تک رسائی کی ہے۔

غرضیکہ علم حدیث کے سلسلہ میں، اس کے راویوں کے سلسلہ میں امت کے اکابر علماء نے جو محنت کی ہے اور اس کے سلسلہ میں جو علوم وفنون وجود میں آئے ہیں، اس کی نظیر انسانی تاریخ میں کوئی دوسری امت پیش نہیں کر سکتی، یہ طرہ امتیاز صرف اور صرف امت محمد یہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کو حاصل ہے، کہ محض اس کی درایت وروایت اور چھان بین کے سلسلہ میں اور اس کے راویوں کی جرح وتعدیل کے سلسلہ میں اس قدر محنت اور جدوجہد کی گئی ہے جس کی نظیر نہیں، اسی طرح صحیح مسلم کی تبویب اور تشریح بھی علماء حدیث نے اپنے اپنے اصول وانداز اور ذوق کے مطابق کی ہے، بقول حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مسلم شریف کی اب تک ۷۱ر شروحات لکھی جا چکی ہیں، یہ اللہ تعالی کا خاص فضل اور توفیق ہے کہ وہ اپنے جس بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اور اس کو اپنا خاص بنانا چاہتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے، اس سے دین کی، قرآن وحدیث کی تشریح اور نشر واشاعت کا کام لے لیتا ہے۔

پیش نظر کتاب "شرح صحیح مسلم" علامہ زمانہ، محدث جلیل، مبصر کبیر، خطیب دہر، صحافی یگانہ اور مشہور قلم کار حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ العالی بانی ومہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، نوشہرہ پاکستان کے گہر بار قلم کا بہترین شاہکار اور حدیث کے کتب خانہ میں ایک خوشگوار اضافہ ہے، حضرت علامہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جس موضوع کو بھی اختیار کرتے ہیں، تو اس کے "مالہ وما علیہ ومافیہ" میں ایسی غوطہ زنی کرتے ہیں اور ایسے جوہر وصدف اور موتی نکال کر باہر لاتے ہیں کہ قاری عش عش کرتا رہ جاتا ہے، اور پڑھتا جاتا ہے، اور زبان وبیان کی چاشنی اور لذت محسوس کرتا جاتا ہے، یہ اللہ تعالی کا ان کے ساتھ خاص فضل ہے کہ ان کو ایسی صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ موضوع کا حق ادا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب علم حدیث کی خدمت بھی ماشاء اللہ ۳۵ر سال سے کر رہے ہیں، اس لئے یہ موضوع بھی گویا ان کا اپنا موضوع ہے، اور اس میں بھی ان کو ملکہ حاصل ہے، اور پیش نظر شرح اس کی بین دلیل اور واضح ثبوت ہے، امید ہے کہ اس بیش بہا اور علمی شرح کا یہ سلسلہ بیس جلدوں میں مکمل ہوگا، اللہ تعالی آسان فرمائے۔

اس وقت راقم کے سامنے ''شرح صحیح مسلم'' کی دوجلدیں ہیں، پہلی جلد مقدمہ صحیح مسلم کی شرح پر مشتمل ہے، اس جلد میں ۵۷۴ر صفحات ہیں، اس میں پہلے عرض مؤلف پھر مقدمہ، چند اہم مباحث ومبادی، موضوع، مبادی اور مسائل، انواع علم الحدیث، فضیلت علم حدیث، حجیت حدیث، کتابت اور تدوین حدیث، طبقات الرواۃ من حیث الضبط وملازمۃ الشیخ، طبقات الرواۃ من حیث العصر واللقاء، اقسام مصنفات حدیث، کتب حدیث کے طبقات، مؤلفین صحاح ستہ کے مقاصد اور فقہی رجحان، تذکرہ امام مسلم، صحیحین کا باہمی موازنہ تقابل اور امتیاز، صحیح بخاری کی خصوصیات اور صحیح مسلم پر وجوہ ترجیح، شروحات صحیح مسلم، میرے صحیح مسلم کے شیخ، فن اسماء الرجال، راویان حدیث کی تحقیق وتفتیش کا کھلا ریکارڈ اور پھر مقدمہ صحیح مسلم کی تفصیلی شرح ہے۔

دوسری جلد میں فن اسماء الرجال، علم جرح وتعدیل کا ایک علمی اور تحقیقی جائزہ، صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا سند وثبوت کا مطالبہ اور حضرت علی المرتضی کا حلف دینے کا التزام، تحریر وزبانی شہادت کا اہتمام، تابعین کے دور میں سند کا مطالبہ، اسناد دین کا حصہ ہیں، اسناد کی اہمیت وضرورت اور ان جیسے متعدد عنوانات کے تحت سیر حاصل علمی مباحث، دوسوستانوے (۲۹۷) راویان مقدمہ صحیح مسلم کے مفصل حالات، فضل وتفوق، حیرت انگیز کمالات اور ایمان افروز واقعات کا حسین مرقع ہے۔

یہ جلد ۵۲۸ر صفحات پر مشتمل ہے، اس میں پہلے عرض مؤلف پھر علم جرح وتعدیل ایک علمی اور تحقیقی جائزہ، اور آخر میں راویان مقدمہ صحیح مسلم کے حالات ہیں۔

غرضیکہ یہ صحیح مسلم کی سہل ترین دلنشین تشریح، حدیث اور فقہ کے علمی مباحث کا سلجھا ہوا بیان، نقد حدیث کے نادر مباحث، بیان مذاہب، دلائل اور مذہب راجح کے وجوہ ترجیح، حل نسخہ، اور مشکل لغات کی توضیح، معرکۃ الآراء موضوعات پر محدثانہ فقیہانہ اور حکیمانہ گفتگو، محدثین علماء دیوبند کے مزاج اور مسلک اعتدال کے عین مطابق، جدید دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے طرز کی پہلی انوکھی دلچسپ اور مفصل اردو شرح خالص درسی اور تدریسی انداز پر لکھی گئی ہے۔

مؤلف علام کی پینتیس سالہ علمی، تحقیقی، مطالعاتی زندگی اور تدریسی تجربات کا نچوڑ، اساتذہ کی طرح طلبہ دورۂ حدیث کے لئے بھی اخذ واستفادہ بہت آسان، اس زبردست شرح سے استفادہ بہت سی شروحات کے مطالعہ سے بے نیاز کردے گا، انشاءاللہ، غرضیکہ یہ حدیث کی جلیل القدر اور مہتم بالشان کتاب صحیح مسلم کی اردو میں منفرد مبسوط اور مدلل توضیح وتشریح ہے۔

تمام طلبہ حدیث کی طرف سے حضرت العلام مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اپنی اس عظیم علمی کاوش پر مبارک بادی اور شکریہ کے مستحق ہیں، واقعی صحیح مسلم کی جیسی شرح اردو میں ہونی چاہئے تھی وہ ابھی تک نہیں آئی تھی، یہ کام اللہ تعالی کی توفیق سے مولانا موصوف نے انجام دیا ہے، اللہ تعالی اس شرح کو قبول فرمائے اور مؤلف کو اور ان کے معاونین کو خادمین حدیث میں شمار فرما کر سرسبز وشاداب رکھے، اور دنیا وآخرت میں فلاح وکامرانی عطا فرمائے اور حضور آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنت میں اپنے نبی کی مصاحبت نصیب فرمائے، کتاب القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ پاکستان سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ ❁❁❁

دنیا کی ہر زبان ہماری ہے

دنیا کی ہر زبان ہماری ہے، ہم اللہ کے ہیں، اللہ کی حمد وثنا اور اس کے خاتم الانبیاء رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتوصیف اگر عربی زبان میں ہے، فارسی اور اردو کو اس پر ناز ہے تو دیگر زبانوں کو بھی اس کا پورا پورا حق ہے کہ وہ بھی حمد خداوندی کی خوشبو سے اور مدح نبویؐ کے عطر سے اپنے کو مہکائیں، اس لئے دیگر زبانوں میں بھی حمد وثنائے وحدہ لاشریک اور مدح وتوصیف رحمۃ للعالمین ہونی چاہئے، معرفت الہی کا نور اور سنت نبوی کی برکت ان کو بھی حاصل ہو، تاکہ قیامت میں عربی زبان نہ سہی اردو اور فارسی کے جلو میں کھڑے ہونے کے لائق ہوسکیں''۔ (حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ)

احسان وتصوف

مذہبی انتہا پسندی کے خاتمہ کیلئے

اسلام کے روحانی نظام کا احیائے نو

مولانا غلام رسول دہلوی

جن لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں روحانیت کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اس پہلو پر دوبارہ غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ابتدائی ایام غار حراء میں خلوت گزینی اور روحانی مراقبہ میں کیوں گزارا کرتے تھے، اس سوال کی اہمیت آج اس لئے بڑھ گئی ہے کیوں کہ عہد حاضر میں نام نہاد اسلام پسندوں کا طبقہ اسلام کو ایک روحانی نظام کی بجائے ایک انتہا پسند، تشدد آمیز، علیحدگی پسند، اور فاشسٹ نظریات پر مبنی ایک سیاسی ہتھکنڈہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں، آج اس سوال پر سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کرنا از حد ضروری ہے، تاکہ ایسے طبقوں کی انتہاء پسندانہ مذہبی نظریات، تعبیرات اور تشریحات اوران کے نتیجے میں پیدا ہونے والے غیر مسلموں کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جاسکے جو اسلام کے نام پر تشدد پسندی، دہشت گردی، تکفیرات، خودکش بمباری، عدم رواداری، علیحدگی پسندی اور مذہبی فاشزم کی تجارت کررہے ہیں۔

امر واقعی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر میں بعثت مبارک سے قبل ہی ایک روحانی نظام کی بنیاد ڈال دی تھی، اعلان نبوت سے قبل پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نمایاں وطیرہ حیات کون نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی ہفتے اور کئی کئی دن مراقبے میں گزارا کرتے تھے، ایک طرف جہاں آپ کی سچائی اور امانت داری جیسی اعلی روحانی صفات کا پورے عرب میں شہرہ عام تھا اور اہل مکہ آپ کو صادق اور امین جیسے عظیم القاب سے نوازتے، وہیں غار حراء میں آپ کی روحانی خلوت گزینی اور باہر کی دنیا میں بے لوث خدمت آپ کی شخصیت مبارکہ کے امتیازی وصف تھے، لیکن آج ایسا لگتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت، انسانی دوستی، اور خدمت خلق کے جذبہ سے مملو آپ کی تاریخ ساز سرگرمیوں سے واقف نہیں ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سماجی مشن بلا امتیاز مذہب وملت تمام انسانوں کے لئے انصاف کی جستجو اور خاص طور غیر عرب قبیلوں، مسافروں، تاجروں اور دوسرے مظلوم وستم رسیدہ لوگوں کی امداد کرنا تھا جو اہل مکہ کے مشق ستم بنے ہوئے، صوفیاء کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے انہی گوشوں کو اپنی زندگیوں کا منارہ نور بنایا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان وتصوف اور اعلی ترین روحانی اقدار کی جلوہ گری آپ کی حیات مبارکہ کے وسیع تر سماجی اور انسانی پہلوؤں میں بھی نظر آتی ہے، اس کی سب سے بہترین تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے، اس لئے کہ کسی بھی آدمی کو اس کی بیوی سے زیادہ بہتر کوئی نہیں جانتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت ہے کہ ''جب جبرئیل علیہ السلام پہلی مرتبہ وحی لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو جلالت وحی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ اس بات سے بہت زیادہ خوف زدہ تھے کہ اب آگے کیا ہوگا، اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور

فرمایا ''میرے اوپر چادر ڈالو، میرے اوپر چادر ڈالو'' اس پر ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں چادر اڑھا دیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام اور سکون محسوس ہوا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں پیش آنے والا سارا ماجرہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری کو سنایا اور کہا کہ وہ اس وقت دہشت زدہ ہو گئے تھے، تو اس پر ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے انہیں تسکین دینے کی کوشش کی اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حوصلہ افزائی کی کہ ''اللہ آپ کو کبھی بھی اپنی رحمتوں سے دور نہیں کرے گا، اس لئے کہ آپ ٹوٹے ہوئے خونی رشتوں کو جوڑتے ہیں، ضعیفوں اور ناتوانوں کا بار اٹھاتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، غریبوں اور مفلسوں کی مدد کرتے ہیں، انتہائی فیاضی اور سخاوت کے ساتھ آپ اپنے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، اور مصیبت زدہ لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۱۱)

یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد رسالت میں بھی تصوف و روحانیت سے متصف اپنے خاص معمولات کو جاری رکھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے بیشتر حصے عبادت و ریاضت اور قیام میں گزارا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن اس امر پر شاہد ہے ''بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی شب کے قریب اور (کبھی) نصف شب اور (کبھی) ایک تہائی شب (نماز میں) قیام کرتے ہیں اور ان لوگوں کی ایک جماعت (بھی) جو آپ کے ساتھ ہیں (قیام میں شریک ہوتی ہے) اتنی دیر رات تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کا روحانی ذوق وشوق ایک سچے سالک، عارف اور صوفی کامل کے سوا اور کس کے اندر پایا جا سکتا ہے۔

تصوف کو قرآنی اصطلاح میں تزکیہ نفس اور حدیث کی اصطلاح میں احسان کہتے ہیں، تصوف صرف روحانی اقدار واطوار، مخصوص معمولات اور باطنی کیفیات، روحانی اذکار و اشغال اور صوفیاء مراسم کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ علمی، تہذیبی، فکری، عملی، معاشرتی اور تمام جہتوں میں اخلاص واحسان کا نام تصوف ہے، ائمہ تصوف نے اپنے تمام معتقدات، نظریات اور معمولات کو قرآن وسنت کی بنیادوں پر مبنی کیا ہے، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''راہ تصوف صرف وہی پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن حکیم اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور وہ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ نہ شک وشبہ کے گڑھوں میں گرے اور نہ ہی بدعت کے اندھیروں میں پھنسے''۔

اسلامی تصوف و روحانیت کو دو مختلف مگر باہم مربوط طریقوں سے بیان کیا گیا ہے، پہلے کا تعلق نظریات ومعتقدات سے ہے اور دوسرے کا تعلق عمل سے ہے، نظریاتی طور پر تصوف اسلام کے باطنی اور روحانی تنوعات کی ترجمانی کرتا ہے، جسے ''احسان'' کہا جاتا ہے، اس کی خوبصورت تشریح امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کردہ متفق علیہ حدیث میں ہے جس کی تلخیص یہ ہے کہ ایک روز جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے اور امت کی تعلیم کے لئے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں بتائیے کہ یہ تینوں کیا ہیں؟۔

آپ نے پہلے ایمان اور اسلام کی تصریح بیان کی اور پھر احسان کی تعریف یوں کی کہ: ''احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر (تجھے یہ کیفیت نصیب نہیں اور اسے) تو نہیں دیکھ رہا ہے تو (کم ازکم یہ یقین ہی پیدا کر لے کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق احسان عبادت کی اس حالت کا نام ہے جس میں بندے کو دیدار الٰہی کی کیفیت نصیب ہو جائے یا کم ازکم اس کے دل میں یہ احساس ہی جاگزیں ہو جائے کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث سے احسان کا پہلا معنی واضح ہوتا ہے کہ ظاہری ارکان وآداب کی بجا آوری اور باطنی خشوع وخضوع میں کمال کے ساتھ ادا کی

جانے والی عبادت کی اس اعلی درجے کی حالت اور ایمان کی اس اعلی کیفیت کو ''احسان'' کہتے ہیں، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے: ''جب کوئی شخص روحانیت یعنی احسان کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جو کہ اسلام میں ایمان کا سب سے اعلی ترین مقام ہے، تو یہیں سے اس کا سفر تصوف شروع ہو جاتا ہے، احسان اور تصوف دراصل ایک ہی حقیقت کے دو رخ اور ایک ہی موضوع کے دو عنوان ہیں، احسان قلب و باطن کی وہ روحانی کیفیت ہے جو مقصود عبادت ہے اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ تصوف کہلاتا ہے، یا یوں سمجھ لیجئے کہ احسان جس کیفیت کا اجمالی ذکر ہے تصوف اس کی تفصیل ہے، تصوف کو ''سلوک'' بھی کہتے ہیں اور اس راستے پر چلنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

لفظ'' احسان'' کا مصدر ''حسن'' ہے، جس کے معنی ''عمد اور خوبصورت ہونا'' کے ہیں، امام راغب اصفہانی لفظ حسن کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا حسین ہونا ہے جو ہر لحاظ سے پسندیدہ اور عمدہ ہو اور اس کا عمدہ ہونا عقل کے پیمانے پر بھی پورا اترتا ہو، قلبی رغبت اور چاہت کے اعتبار سے بھی دل کو بھلا لگتا ہو اور یہ کہ حسی طور پر یعنی دیکھنے اور پرکھنے کے اعتبار سے بھی پر کشش ہو۔

گویا احسان ایسا عمل ہے جس میں حسن و جمال اس شان کے ساتھ موجود ہو کہ ظاہر و باطن میں حسن ہی حسن ہو اور کراہت و ناپسندیدگی کا دور دور تک کوئی امکان نہ ہو، لہٰذا انسانی عمل کی اسی غایت درجہ خوبصورت حالت کا نام ''احسان'' ہے، جس کا دوسرا قرآنی نام ''تزکیہ'' ہے۔

قرآن کریم نے بھی لفظ ''احسان'' کا ذکر بڑی اہمیت اور فضیلت کے ساتھ کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے ''پھر پرہیز کرتے رہے اور ایمان لائے پھر صاحبان تقوی ہوئے، صاحبان ''احسان'' بن گئے، اور اللہ احسان والوں سے محبت فرماتا ہے۔

احسان کے مذکورہ لغوی، اصطلاحی معانی کے پیش نظر یہ امر بالکل واضح اور واشگاف ہو جانا چاہئے کہ تصوف و احسان مسلمانوں سے ایسے اسلامی نظریات و معتقدات کا حامل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں جو خیر سگالی، امن و سلامتی، عالمی اخوت و محبت، رواداری، امن عالم کے فروغ، فکری تشدد اور دہشت پسندی کے خاتمہ اور انسانیت کی تکریم پر مبنی ہوں، تصوف و احسان دینی اذعان و ایقان سے جنم لینے والی سماجی ذمہ داریوں کے احساس کو بھی مہمیز دیتا ہے، جن سے انسان کے اعمال و افعال دونوں میں ایمان کامل کا مظاہرہ ہوتا ہے، عملی طور پر اسلامی تصوف یا احسان بلا امتیاز مذہب و ملت دوسرے بندگان خدا کے ساتھ حسن خلق کا موجب ہے، صوفیاء کرام کا ایک مشہور روحانی اصول ''صلح کل'' کا مصدر و ماخذ احسان کا یہی بنیادی تصور ہے، احسان و تصوف کی راہ پر چلنے والے ہر فرد کے لئے اخلاق کا حد درجہ عظیم اور حسین ہونا از حد ضروری ہے، شیخ ابو بکر الکتانی رحمہ اللہ کا قول ہے: ''تصوف سراپا اخلاق ہے جس نے کسی خلق کا اضافہ کیا اس نے تصوف میں اضافہ کیا''۔

اس صوفیانہ ذہنیت اور روحانی سرشت کی تعمیر و تشکیل کے بعد کوئی بھی انسان مذہب، ذات اور رنگ و نسل سے قطع نظر دوسرے انسانوں کے ساتھ اپنے رویوں اور افعال و کردار میں حسن و کمال کا حامل ہو جاتا ہے، جب کسی کے اوپر تصوف و روحانیت کا یہ رنگ مکمل طور پر چڑھ جاتا ہے تو پھر وہ اللہ کی عبادت اس لئے نہیں کرتا کہ ایسا کرنا اس پر فرض ہے، بلکہ وہ اس لئے عبادت کرتا ہے چونکہ وہ خدا کی ذات وصفات اور تجلیات کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہوتا، تو کم از کم اس کے دل میں یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، چونکہ اس کا ایمان ہے کہ اللہ کی نظر اس پر مسلسل ہے تو ہمیشہ اس کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہوتی ہے، کہ وہ جو کچھ بھی اپنے ساتھ یا دوسروں کے ساتھ کر رہا ہے وہ ہمیشہ اور ہر جگہ اللہ کی نظر میں ہے، اس معنی میں احسان مسلمانوں کو اپنی روزمرہ کی زندگی کے افعال و کردار اور حرکات و سکنات میں ایسا حسن و کمال پیدا کرنے کی تحریک دیتا ہے کہ جب وہ اپنے معمولات میں مشغول ہوتے ہیں تو ایسا کردار پیش کرتے ہیں کہ وہ خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ ﴿بقیہ......اگلے صفحہ ۴۱ر صفحہ پر﴾

فقہ ومسائل

کرسیوں پر نماز پڑھنا شریعت کی روشنی میں

پیشکش: مولانا مفتی سید محمد ریاض ندوی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر کی مساجد میں معذور افراد کے لیے (جیسے پیر میں تکلیف، گھٹنوں میں درد، کمر درد یا کھڑے نہ ہو پانا، یا سجدہ زمین پر نہ کر پانا یا کوئی اور عذر ہو جس سے نماز کھڑے ہوکر ادا نہیں کر سکتے) مسجد کی صف میں دونوں کنارے پر کرسیاں رکھی جاتی ہیں تاکہ معذور افراد اس پر نماز ادا کرسکیں، ایسے ہی ہماری بھی مسجد میں معذور افراد کے لیے کرسی کا انتظام ہے، مگر وہ کرسیاں ایک خاص ڈیزائن کے ساتھ بنی ہوئی ہیں، بعض افراد نے اعتراض کیا ہے کہ ایسی کرسی پر نماز کا پڑھنا درست نہیں ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ اس خاص ڈیزائن والی کرسی پر مذکورہ معذور افراد کی نماز درست ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یا پلاسٹک والی کرسی پر نماز ادا کی جائے، یاد رہے کہ خاص ڈیزائن والی کرسی اِسٹیل کی بنی ہوئی ہے۔

آپ حضرات سے درخواست ہے کہ خاص شکل والی کرسی پر نماز کا ادا کرنا درست ہے یا نہیں جو کہ اسٹیل کی ہے اور پلاسٹک والی کرسی پر نماز ادا کرنے کا کیا حکم؟ نماز ادا ہوجائے گی یا نہیں، یعنی رکوع، سجدہ، وغیرہ کا کیا طریقہ ہے اور تصویر میں جو سجدہ اور رکوع کی حالت دکھائی گئی ہے اس حالت میں نماز ادا ہوجائے گی یا نہیں؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں اور فقہائے کرام کے ارشادات کے مطابق جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ومشکور ہوں۔

آفاق احمد خان
کوپر کھیرنہ نوی ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق: قیام اور سجدہ پر قادر شخص کے لیے نماز میں قیام فرض اور نماز کا رکن ہے، اگر قیام اور سجدہ پر قدرت ہوتے ہوئے فرض نماز بیٹھ کر ادا کی جائے تو رکن کے فوت ہونے کی وجہ سے نماز نہیں ہوگی، نماز کا اعادہ ضروری ہوگا: "من فرائضها القيام في فرض لقادر عليه وعلى السجود"۔ (درمختار مع الشامی زکریا: ۲/۱۳۲)

یہاں تک کہ اگر نماز میں قیام کے کچھ حصے پر قدرت ہے مکمل طور پر قیام پر قادر نہیں تو جتنی دیر قیام کرسکتا ہے خواہ کسی عصا یا دیوار پر ٹیک لگا کر ہی کیوں نہ ہو اتنی دیر قیام کرنا فرض ہوگا، اگر اتنی دیر قیام نہ کیا یا ٹیک لگا کر کھڑا نہ ہوا اور بیٹھ کر نماز مکمل کی تو نماز نہیں ہوگی: "وإن قدر على بعض القيام ولو متكئا على عصا أو حائط قام لزوما بقدر ما يقدر ولو قدر آية أو تكبيرة على المذهب لأن البعض معتبر بالكل"۔ (درمختار مع الشامی زکریا: ۲/۲۶۷)

اگر کوئی شخص قیام پر قادر ہے مگر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے میں رکوع سجدہ یا صرف سجدہ پر قادر نہیں تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہے، وہ اشارہ سے رکوع وسجدہ ادا کرے، اس صورت میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرنے کے مقابلے میں بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرنا افضل اور بہتر ہے:

"وإن تعذرا ليس تعذرهما شرطا بل تعذر السجود كاف لا القيام أومأ قاعدا لأن ركنية القيام للتوصل إلى السجود فلا يجب دونه"۔ (درمختار مع الشامی زکریا: ۲/۵۶۷، فتاوی عالمگیری ۱/۱۳۶ میں بھی اسی کے مثل ہے)

جو اعذار قیام کو ساقط کرنے والے ہیں وہ دو قسم کے ہیں:

(۱) حقیقی: یعنی اس طرح معذور ہو کہ قیام اس کے لیے ممکن نہ ہو۔

(۲) حکمی: یعنی اس درجہ معذور نہ ہو کہ قیام پر قدرت ہی نہ ہو بلکہ قدرت تو ہو مگر گر جانے کا اندیشہ ہو یا ایسی کمزور حالت ہو جو عندالشرع عذر میں شامل ہے، مثلاً بیماری ہے اور ماہر مسلم تجربہ کار ڈاکٹر نے کہا ہو کہ کھڑے ہونے میں بیماری میں اضافہ ہوگا یا بیماری دیر سے صحیح ہوگی، یا کھڑے ہونے میں ناقابل برداشت درد ہوتا ہو، ان صورتوں میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہے: "من تعذر علیه القیام لمرض حقیقی وحده أن یلحقه بالقیام ضرر وفی البحر أراد بالتعذر التعذر الحقیقي بحیث لو قام سقط أو حکمی، بأن خاف أي غلب علی ظنه بتجربة سابقة أو إخبار طبیب مسلم حاذق زیادته أو بطء برء ه بقیامه أو دوران رأسه أو وجد لقیامه ألمًا شدیدًا صلی قاعدًا"۔ (درمع الرد زکریا: ۲/ ۵۶۵)

اگر غیر معمولی درد نہ ہو بلکہ ہلکی اور قابل برداشت تکلیف کا سامنا ہو تو یہ عندالشرع عذر نہیں، اس صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں: "وإن لم یکن کذلك (أی بما ذُکر) ولکن یلحقه نوع مشقة لا یجوز ترك القیام"۔ (تاتارخانیہ زکریا ۲/ ۶۶۷)

جو شخص قیام پر قادر نہیں؛ لیکن زمین پر بیٹھ کر سجدہ کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے تو اس کو زمین پر بیٹھ کر سجدہ کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری ہے، زمین پر سجدہ نہ کرتے ہوئے کرسی پر یا زمین پر اشارہ سے سجدہ کرنا جائز نہیں: "وإن عجز عن القیام وقدر علی القعود؛ فإنه یصلی المکتوبة قاعدًا برکوع وسجود ولا یجزیه غیر ذلك"۔ (تاتارخانیہ زکریا ۲/ ۶۶۷)

اگر رکوع سجدہ پر قدرت نہیں اور زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کر سکتا ہے تو تشہد ہی کی حالت پر بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ جس ہیئت پر بھی خواہ تورک (عورت کے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ) کی حالت پر یا آلتی پالتی مار کر بیٹھنا سہل و ممکن ہو اس ہیئت کو اختیار کر کے زمین ہی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کی جائے، کرسیوں کو اختیار نہ کیا جائے؛ کیوں کہ شریعت نے ایسے معذورین کو زمین پر بیٹھنے کے سلسلے میں مکمل رعایت دی ہے کہ جس ہیئت میں بھی ممکن ہو بیٹھ کر نماز ادا کریں: "من تعذر علیه القیام لمرض، أو خاف زیادته، أو وجد لقیامه ألماً شدیداً صلی قاعداً کیف شاء"۔ (درمختار مع الشامی زکریا: جلد۲ صفحہ ۵۶۶)

اس صورت میں بلاضرورت کرسیوں پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا بچند وجوہ کراہت سے خالی نہیں۔

(۱) زمین پر بیٹھ کر ادا کرنا مسنون طریقہ ہے، اسی پر صحابۂ کرام اور بعد کے لوگوں کا عمل رہا ہے، نوے کی دہائی سے قبل تک کرسیوں پر بیٹھ کر نماز ادا کرنے کا رواج نہیں تھا، نہ ہی خیر القرون سے اس طرح کی نظیر ملتی ہے۔

(۲) کرسیوں کے بلاضرورت استعمال سے صفوں میں بہت خلل ہوتا ہے، حالانکہ اتصال صفوف کی حدیث میں بہت تاکید آئی ہے: "قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم راصّوا صفوفکم وقاربوا بینها وحاذوا بالأعناق فوالذی نفس محمد بیده إنی لأری الشیاطین تدخل من خلل الصف کأنها الخذف"۔ (نسائی: ۱/ ۱۳۱)

(۳) بلاضرورت کرسیوں کو مساجد میں لانے سے اغیار کی عبادت گاہوں سے مشابہت ہوتی ہے اور دینی امور میں ہم کو غیروں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔

(۴) نماز، تواضع وانکساری سے عبارت ہے اور بلاضرورت کرسی پر بیٹھ کر ادا کرنے کے مقابلے میں زمین پر ادا کرنے میں یہ انکساری بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

(۵) نماز میں زمین سے قرب ایک مطلوب شی ہے جو کرسیوں پر ادا کرنے میں مفقود ہے۔

البتہ اگر زمین پر کسی بھی ہیئت میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا دشوار ہو جائے تو پھر کرسیوں پر ضرورت کی وجہ سے نماز ادا کی جا سکتی ہے؛ لیکن اگر

زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کی قدرت ہوگی تو پھر کرسی پر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہوگا۔

بہرحال جس صورت میں ضرورۃً کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس میں بھی مصلی کو چاہیے کہ سجدے کے وقت اشارہ پر اکتفا کرے، جہاں تک کرسی کے کسی حصے (مثلاً: اس پر لگی لکڑی) پر سجدہ کرنے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ: بحالت معذوری کسی اونچی چیز پر سجدہ کرنے کے سلسلے میں روایات مختلف آئی ہیں، چناں چہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہ صحابی معذوری کی وجہ سے نماز میں ایک تکیہ پر سجدہ کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر زمین پر سجدہ کرنا تمھارے بس میں نہ ہو تو اشارے سے نماز ادا کرو اور سجدہ میں رکوع کے مقابلے میں زیادہ جھکو'' رواہ البزار، ورجالہ رجال الصحیح۔ (إعلاء السنن:۷/۱۷۸)

دوسری روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو ان کے سامنے تکیہ رکھ دیا گیا تھا اس پر وہ سجدہ کرتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو اس پر نکیر نہیں فرمائی، اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو دیکھ کر سکوت اختیار کرنا اس کے اِذن کی دلیل ہے، علامہ شامیؒ نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ کراہت اس صورت میں ہے جب آدمی دورانِ نماز کوئی چیز اٹھا کر اس پر سجدہ کرے اگر زمین میں پہلے سے کوئی چیز نصب کردی گئی ہو جس پر مصلی سجدہ کرے تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔

"أقول: هذا محمول على ما إذا كان يحمل إلى وجهه شيئا يسجد عليه، بخلاف ما إذا كان موضوعا على الأرض وقال بعد أسطر: بإن مفاد هذه المقابلة والاستدلال عدم الكراهة في الموضوع المرتفع"۔ (شامي:۲/۵۶۸)

علامہ چلپیؒ نے بھی کراہت کو شکل اولی پر محمول کیا ہے (حاشیۃ الشلبي علی التبیین:۱/۲۰۰، ط: پاکستان) فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی تطبیق منقول ہے۔ (ہندیہ:۱/۱۳۶، ط: زکریا)

مذکورہ بالا عبارت کا حاصل یہی ہے کہ کسی نصب شدہ اونچی چیز پر سجدہ کرنا، یا بغیر کچھ رکھے ہوئے سجدہ کے لیے صرف اشارہ کرنا دونوں طرح جائز ہے، مگر مذکورہ ٹیبل والی کرسی پر سجدہ، حقیقی سجدہ نہیں ہوگا بلکہ وہ بھی اشارہ ہی ہوگا، مذکورہ کرسی پر بیٹھ کر اگر کوئی شخص نماز پڑھائے گا تو اس کے پیچھے رکوع وسجدہ کرنے والوں کی نماز نہیں ہوگی، علامہ شامی لکھتے ہیں: "إن كان الموضوع مما يصح السجود عليه كحجر مثلا ولم يزد ارتفاعه على قدر لبنة أو لبنتين فهو سجود حقيقي فيكون راكعا ساجدا وإن لم يكن الموضوع كذلك يكون مومئا فلا يصح اقتداء القائم به"۔ (شامی زکریا:۲/۵۶۹)

لیکن نبی کریم علیہ السلام اور دیگر صحابۂ کرام کے منع کرنے کی وجہ سے اس کا (یعنی موضوع مرتفع پر سجدہ کرنا) غیر اولیٰ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

نیز ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کو جو عام کرسی پر نماز ادا کر رہے ہوں، اپنی نماز میں کمی کا شبہ ہوگا کہ ہم نے کسی چیز پر سجدہ نہیں کیا، حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے بھی اس کو غیر اولیٰ کہا ہے: ''سجدہ کرنے کے لیے تکیہ وغیرہ کوئی اونچی چیز رکھ لینا اور اس پر سجدہ کرنا بہتر نہیں، جب سجدہ کی قدرت نہ ہو تو بس اشارہ کرلیا جائے تکیہ کے اوپر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں''۔ (بہشتی زیور:۲/۴۵، بیمار کی نماز کا بیان)

اب اختصار کے ساتھ جواب کا ماحصل ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(۱) جو شخص قیام پر قادر نہ ہو لیکن کسی بھی ہیئت پر زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کے ساتھ نماز ادا کرسکتا ہے تو اس کو زمین ہی پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری ہے، کرسی پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کے اشارے سے نماز ادا کرنا جائز نہیں، نماز نہیں ہوگی۔

(۲) اگر قیام پر قدرت ہے؛ لیکن گھٹنے کمر میں شدید تکلیف کی وجہ سے سجدہ کرنا طاقت سے باہر ہو یا وہ شخص جو زمین پر بیٹھنے میں قادر ہے مگر رکوع وسجدہ پر قدرت نہیں رکھتا تو یہ حضرات زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کریں،

کرسیوں کا استعمال کرنا کراہت سے خالی نہیں، البتہ اگر زمین پر کسی بھی ہیئت میں بیٹھنا دشوار ہو تب کرسی پر نماز ادا کی جاسکتی ہے، کرسی استعمال کرنے کی صورت میں بھی عام سادہ کرسی پر نماز ادا کی جائے، ٹیبل والی کرسی پر نماز ادا کرنے سے احتراز کیا جائے۔

زمین یا کسی کرسی پر نماز ادا کرنے سے متعلق دو امر قابل لحاظ ہیں:

(۱) کرسی پر اشارہ کرنے کی صورت میں بعض لوگ رکوع میں ہاتھ کو ران پر رکھتے ہیں اور سجدہ کی حالت میں فضا میں معلق رکھ کر اشارہ سے سجدہ کرتے ہیں ایسا کرنا ثابت نہیں، رکوع وسجدہ دونوں میں ہاتھ کو ران پر رکھنا چاہیے۔

(۲) معذوری کی حالت میں زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کے ساتھ نماز ادا کرنے کی صورت میں رکوع میں سرین کا زمین سے اٹھنا ضروری نہیں بلکہ پیشانی کا گھٹنے کے مقابل ہونا ضروری ہے، جیسا کہ امداد الاحکام میں ہے:

''بحالت جلوس رکوع کرتے ہوئے صرف اتنا ضروری ہے کہ پیشانی کو گھٹنے کے مقابل کردیا جائے، اس سے زیادہ جھکنے کی ضرورت نہیں نہ سرین اٹھانے کی ضرورت ہے''۔(امدادالاحکام:۱/۶۰۹)

اب کرسیوں پر نماز ادا کرنے والے حضرات اپنے احوال پر غور فرمائیں کہ کیا واقعتاً وہ اس درجہ معذور ہیں کہ شرعاً ان کے لیے کرسی پر نماز ادا کرنا جائز ہو، اگر وہ اس درجہ میں معذور نہیں تو پھر کرسیوں پر پڑھنے سے احتراز کریں تاکہ ان کی نمازیں شریعت کے مطابق ہوں اور مساجد میں بے ضرورت کرسیوں کی کثرت نہ ہو جس سے وہ شادی محل یا کوئی فنکشن ہال معلوم نہ ہو، بوقت ضرورت کرسی استعمال کرنے کی صورت میں ٹیبل والی کرسی اختیار نہ کی جائے۔

از: زین الاسلام قاسمی الہ آبادی

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن عفاءاللہ عنہ، محمود حسن بلندی شہری غفرلہ

فخر الاسلام عفی عنہ مفتیان دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اهم تصانیف

۱-مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۲۰/روپے
۲-بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰/روپے
۳-جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۵/روپے
۴-ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰/روپے
۵-رہنمائے سلوک وطریقت ۲۰/روپے
۶-مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا ۱۰/روپے
۷-الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا ۳۰/روپے
۸-التدخین بین الشرع والطب ۲۰/روپے
۹-حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپے
۱۰-سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ ۱۰۰/روپے
۱۱-تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ ۱۰۰/روپے
۱۲-تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ ۱۰/روپے
۱۳-تذکرہ علامہ سید سلیمان ندوی ۱۰/روپے
۱۴-تذکرہ حضرت مدنی ۱۰/روپے
۱۵-چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید ۱۵۰/روپے
۱۶-مقالات ومشاہدات ۳۰/روپے
۱۷-مکتوبات اکابر ۳۰/روپے
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول ۱۰/روپے
۱۹-افکار دل (۳۰ تقریروں کا مجموعہ) ۱۰۰/روپے
۲۰-تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری ۲۰۰/روپے
۲۱-مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ ۲۰/روپے
۲۲-سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰/روپے
۲۳-میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات) ۱۵/روپے
۲۴-قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت ۱۰/روپے
۲۵-لڑکیوں کی اصلاح وتربیت ۱۵/روپے
۲۶-تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری ۱۰/روپے
۲۷-نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا ۲۰۰/روپے
۲۸-ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری ۲۵/روپے
۲۹-تصوف اور اکابرین دیوبند ۲۰/روپے
۳۰-امامت کے احکام ومسائل ۱۰۰/روپے
۳۱-فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات ۱۰/روپے
۳۲-Rules of Raising Funds ۱۰/روپے

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

اصلاحیات

خواتین کا لباس شریعت کی روشنی میں

سارہ عزیزی ناظمہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات

خواتین کا لباس کیسا ہو:

مسلمان عورت کو اسلام نے حیاء اور شرم سکھائی ہے، نامحرموں سے خلا ملا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایسے کپڑے پہننے کی ممانعت فرمائی ہے، جن کا پہننا نہ پہننا برابر ہو اور جن سے پردہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہو، عورتیں سروں پر ایسے دوپٹے اوڑھیں جن سے بال چھپ جائیں، گردن اور گلا ڈھک جائے اور نامحرموں کے آجانے کا اندیشہ ہو تو موٹے دوپٹوں سے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ لیں، قمیص، جمپر اور فراک بھی ایسا پہنیں جس سے بدن نظر نہ آجائے، آستینیں پوری ہوں، گلے اور گریبان کی کاٹ میں اس کا خیال رکھیں کہ پیچھے اور آگے سینے کا کچھ بھی حصہ کھلا نہ رہے، شلوار اور ساڑی وغیرہ بھی ایسے کپڑے کی پہنیں جس سے ران، پنڈلی وغیرہ کا کوئی حصہ دکھائی نہ دے۔ (تحفہ خواتین ص۲۶۶)

اسلام نے لباس کے سلسلہ میں چند آداب بتلائے ہیں:

۱- لباس ایسا ہونا چاہئے جس سے مکمل طور پر ستر پوشی ہو۔

۲- لباس اتنے باریک کپڑے کا نہیں ہونا چاہئے جس سے اندرون بدن نظر آئے۔

۳- لباس اتنا تنگ نہیں ہونا چاہئے کہ جسم کے خدوخال اس سے نمایاں طور پر محسوس کر لیے جائیں اور چست لباس، بجائے پردہ اور عفت کے، بے پردگی اور شہوت انگیزی کا ذریعہ بن جائے۔

۴- مرد ریشم کا کپڑا نہ پہنیں، ریشمی کپڑے کی لچک مردانہ مزاج کے خلاف اور زنانہ پن کے عین مطابق ہے۔

۵- مرد اور عورت صنف مخالف کی مشابہت اختیار کرنے والا لباس نہ پہنیں۔

باریک اور چست لباس کی ممانعت:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبطی (نسبتاً) موٹا کپڑا دیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دحیہ کلبیؓ نے ہدیہ میں دیا تھا، میں نے وہ کپڑا اپنی بیوی کو اس کا لباس بنانے کے لیے دیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کیا بات ہے تم نے قبطی کپڑا نہیں پہنا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اس کا اپنی بیوی کو لباس بنوا دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیوی سے کہو کہ وہ اس کے نیچے کوئی کپڑا رکھے، مجھے ڈر ہے کہ (باریک ہونے کی وجہ سے) کپڑے سے اس کی ہڈیوں کا حجم نہیں چھپے گا۔ (مسند احمد، بزار)

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے آخری زمانے میں ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑا پہن کر بھی ننگی ہوں گی، ان کے سروں پر (بال) دبلے پتلے بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، (انہیں دیکھو تو) ان پر لعنت بھیجو، اس لیے کہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوں گی، اگر تمہارے بعد بھی کوئی امت ہوتی، تو تمہاری یہ عورتیں ان کی عورتوں کی ایسی ہی غلامی کرتیں جیسے تم سے پہلی امت کی عورتیں تمہاری غلامی کرتی ہیں۔ (مسند احمد)

مروجہ لباس کی خرابی:

آج کل ایسے کپڑوں کا رواج ہوگیا ہے کہ کپڑوں کے اندر سے نظر پار ہو جاتی ہے، بہت سے مرد اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایسے کپڑوں کے شلوار بنا کر پہن لیتے ہیں جن میں پوری ٹانگ نظر آتی ہے، ایسے کپڑے کا پہننا نہ پہننا برابر ہے اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی، عموماً عورتیں باریک دوپٹے اوڑھتی ہیں، جو چھوٹے سے عرض کے ہوتے

ہیں، اول تو یہ دو پٹے پورے سر پر نہیں آتے اور اگر ان سے سر کو ڈھانپ بھی لیا، تو پردہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور ان کو اوڑھ کر نماز بھی نہیں ہوتی، جب حکم قرآنی "ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن" نازل ہوا تو صحابی عورتوں نے موٹی سے موٹی چادریں کاٹ کر دوپٹے بنا لیئے؛ لیکن آج کل کی عورتوں کو گرمی کھائے جاتی ہے اور غلط رواج کی وبا ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ جو عورتیں اپنے کو دیندار سمجھتی ہیں وہ بھی باریک دوپٹہ چھوڑنے کو تیار نہیں، پھر ایسے ہی دوپٹے سے نمازیں پڑھ لیتی ہیں، حج کو روانہ ہوتی ہیں، تو برقع جہاز میں اتار کر رکھ دیتی ہیں اور اسی باریک دوپٹہ سے جہاز میں، بازاروں میں اور حرم شریف میں گھومتی پھرتی ہیں اور سینکڑوں مردوں کی بھیڑ میں بال چمکاتی ہوئی، منھ دکھاتی ہوئی، بڑی چادر لیے بغیر اور برقع اوڑھے بغیر گھسی چلی جاتی ہیں، جیسے یہ سب لوگ ان کے باپ بھائی ہیں، پہلے تو یہی رونا تھا کہ عورتیں جیٹھ، دیور اور ماموں زاد، پھوپھی اور چچازاد لڑکوں کے سامنے چہرہ کھولے آجاتی تھیں، جو شرعاً گناہ ہے، مگر اب چہرہ چھوڑ بارک کپڑے پہن کر اوپر کا پورا یا آدھا بدن سب کے سامنے کھولے پھرتی ہیں اور برقع میں نقاب ایسا اختیار کرلیا ہے، جو خوب باریک جالی کا ہوتا ہے اور پورا چہرہ راستہ کے چلنے والوں کو نظر آتا ہے، یہ سب باتیں شرعاً سخت گناہ ہیں۔

عورت کی نماز درست ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کے چہرے اور گٹوں تک دونوں ہاتھ اور دونوں قدموں کے علاوہ پورا جسم ڈھکا ہوا ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ اکثر عورتوں کی نماز اس لیے نہیں ہوتی کہ سر پر ایک ایسا باریک دوپٹہ ہوتا ہے جس سے بال نظر آتے ہیں اور بعض عورتوں کی نماز اس لیے نہیں ہوتی کہ باہنیں (بازو) کھلی ہوتی ہیں یا اگر ڈھاکی ہوئی ہیں تو اسی بارک دوپٹہ سے ڈھانک لیتی ہیں جس سے سب کچھ نظر آتا ہے، بعض عورتیں ساڑی باندھتی ہیں اور بلاوز اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ناف پر ختم ہو جاتا ہے، اور آدھا پیٹ نظر آتا ہے، اس سے نماز نہیں ہوتی، اس کو خوب سمجھ لیں اور دنیا کے رواج کو نہ دیکھیں، شریعت کو دیکھیں، دنیا میں تھوڑی سی گرمی کی تکلیف ہوئے گی، اور فیشن والیوں نے کچھ کہہ ہی دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے، جنت کے عمدہ کپڑے تو نصیب ہوں گے، جہاں سب کچھ نفس کی خواہش کے مطابق ہوگا۔ (تحفہ خواتین ٦٦٧)

❁❁❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے ۳۵ رصفحہ کا......﴾ اور ہر چند کہ وہ اللہ کو مادی طور پر نہیں دیکھ سکتے لیکن بلاشبہ ان کے دلوں میں یہ یقین موجزن ہوتا ہے کہ ان کے اعمال پر اللہ کی نظر ہر وقت ہے، ایمان کا یہ اعلی مقام مسلسل روحانی مراقبہ، صفائے نفس اور اس صوفیانہ مزاج سے ہی پیدا ہوتا ہے، جس کا مظاہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں کیا تھا۔

تصوف ورحانیت، انسانیت نوازی اور خدمت خلق سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے تابناک پہلوؤں پر اور بھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن مزید تفصیل پیش کرنے میں کوئی خاطر خواہ فائدہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ تصوف، سلوک واحسان، روحانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرامن اور روح پرور تعلیمات پر مبنی اسلام کو، سیاست زدہ، علیحدگی پسند، فاشسٹ اور انتہا پسندانہ نظریات کے چنگل سے آزاد کرنے کے لئے ہم ذہنی اور نظریاتی طور پر ہمہ تن پر تیار نہ ہو جائیں، عصر حاضر کا المیہ یہ ہے کہ وہ دین جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پرامن اقدار وروایات پر مبنی ایک روحانی نظام کے طور پر پیش کیا تھا، اسے آج ایک سیاسی، علیحدگی پسند، جابرانہ، مطلق العنان اور فسطائیت پر مبنی نظریہ میں تبدیل کیا جارہا ہے، اس وقت اسلام ایک مشکل دور سے گزر رہا ہے، غیر مسلموں کے اندر انتہا پسندی کا خوف بڑھ رہا ہے، مختلف قسم کے ذرائع سے ہمارے ملک ہندوستان اور دوسرے مسلم وغیر مسلم ممالک میں بھی انتہا پسندی، علیحدگی پسندی، سیاست اور فسطائیت پر مبنی اسلام کی ایک خودساختہ اور روحانیت مخالف تشریح پیش کی جارہی ہے۔

❁❁❁❁

دعوتِ دین

عبادت میں ریا کاری کا انجام

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاؤُنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ"۔(سورۂ ماعون آیت نمبر۴ تا ۷)

پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں اور مانگی نہ دیویں برتنے کی چیز۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے، اور مقصود اس سے کیا ہے، اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے، یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی، کبھی نہ پڑھی، وقت بے وقت کھڑے ہوگئے، باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا، پھر پڑھی بھی تو چار ٹکریں لگائیں، کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں، اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں، کیا خدا صرف ہمارے اٹھنے بیٹھنے، جھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے، ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ ان میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے، یاد رکھو یہ سب صورتیں ''عن صلاتھم ساھون'' میں درجہ بدرجہ داخل ہیں"الذین ھم یراؤن" یعنی دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں، گویا ان کا مقصد خالق سے قطع نظر کرکے مخلوق کو خوش کرنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"ان یسیر الریاء شرك" بالتحقیق تھوڑی ریا بھی شرک ہے۔

حقیقت ریا:

اللہ تعالی کی طاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہوجائے، ریا کہلاتی ہے، یعنی لوگوں کے دلوں میں اپنی عبادت اور عمل خیر کے ذریعہ سے وقعت اور منزلت کا خواہاں ہونا، عبادت سے مقصود حق تعالی کی رضامندی ہے اور اب چونکہ اس مقصود میں دوسرا شریک ہوگیا ہے، اسی کا نام شرک اصغر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جس نے ریاء کی نیت سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے ریاء کی نیت سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے ریا کی نیت سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا''۔

ریا کی صورتیں:

(۱) بدن کے ذریعہ سے ضعف اور غنودگی ظاہر کرنا ہے، تاکہ لوگ روزہ دار اور شب بیدار خیال کریں، یا ایسی صورت بنائے جس سے لوگ سمجھیں کہ اس کو آخرت کی بڑی فکر ہے۔

(۲) ہیئت کے ذریعہ جیسے رفتار یا آواز میں نرمی ظاہر کرنا، سر جھکانا اور ایسی صورت بنانا جس سے لوگ سمجھیں کہ حالت وجد میں ہے یا مکاشفہ میں مشغول ہیں۔

(۳) شکل وشباہت اور لباس کے ذریعہ جیسے کپڑوں کا بوسیدہ اور میلا کچیلا رکھنا یا چوغہ یا ڈھیلی آستینوں کا جبہ پہننا تاکہ لوگ صوفی سمجھیں۔

(۴) گفتگو اور زبان کے ذریعہ جیسے بعض دنیا دار واعظ لچھے دار عبارتیں بنا بنا کر سلف صالحین کی نقل اتارتے ہیں اور محض دکھلاوے کی غرض سے آواز کا لہجہ پتلا بناتے ہیں یا غمگین کا لہجہ بناتے ہیں تاکہ لوگ اس کو پارسا، اللہ والا اور متبع شریعت سمجھیں۔

(۵) عمل کے ذریعہ جیسے قیام، رکوع اور سجدہ میں دیر تک رہنا سر جھکانا تاکہ لوگ عابد وزاہد سمجھیں، اس کی شناخت یہ ہے کہ جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں تو گھوڑا سا چھوڑ دیتے ہیں اور اگر معلوم ہوجائے کہ کوئی ان کی نماز کو دیکھ رہا ہے تو فوراً آہستگی اور وقار کے ساتھ نماز کو

ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے لگتے ہیں، تاکہ دیکھنے والا سمجھے کہ ان کی نماز خشوع اور خضوع سے بھری ہوئی ہے۔

(۶) اپنے شاگردوں اور مریدوں کی کثرت کا تذکرہ کرنا، تاکہ لوگ بڑا عالم یا شیخ المشائخ سمجھیں۔

شرک اصغر:

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے آثار دیکھ کر پریشان ہوگیا، میں نے دریافت کیا ایسا کیوں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میرے بعد میری امت شرک میں مبتلا نہ ہوجائے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ آپ کے بعد شرک نہ کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سورج، چاند، بتوں یا پتھروں کی عبادت تو نہ کریں گے، مگر عملوں میں ریاکاری کریں گے اور ریاکاری شرک ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَداً“۔

جو لوگ اپنے رب کی ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں، انہیں چاہئے کہ نیک عمل کریں، خدا کی عبادت میں کسی کو شرک نہ کریں۔

ریا سے اجروثواب مٹ جاتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کی، رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک قرآن مجید ہے جس کے اوپر سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے، انہوں نے خواب میں بھی سورۃ ''طٰہٰ'' پڑھی، وہ بڑے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے نامہ اعمال میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کا اجر لکھ دیا گیا ہے، جب شوق سے دیکھ رہے تھے تو ایک صفحہ پر دیکھا کہ درمیان میں سے کچھ آیتوں کی جگہ خالی ہے، وہ خواب میں ہی بڑے حیران ہوئے کہ یہ جگہ خالی کیوں ہے، سوچتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور خواب میں ہی یہ خیال آیا کہ ہاں جب میں تلاوت کررہا تھا تو اس وقت ان آیات کی تلاوت کرتے وقت ایک واقف شخص میرے قریب سے گزرا تھا، اور میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ یہ شخص میری تلاوت سن کر خوش ہوگا، بس دل میں اتنے خیال کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی تلاوت کے اجر سے محروم فرمادیا کہ دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا کہ یہ شخص تلاوت سن کر خوش ہوگا، ایک حدیث قدسی میں حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں سب شریکوں میں سب سے زیادہ بے پرواہ ہوں، جو شخص کسی عبادت میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کردیتا ہے، میں اس عبادت کرنیوالے کو اس کے (بنائے ہوئے) شریک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں، یعنی وہ اپنا بدلہ اور ثواب اسی شریک سے جاکر لے لے مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔(مشکوۃ شریف)

بھیڑ کے لباس میں بھیڑیئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے مکار پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے، وہ لوگوں پر اپنی درویشی و مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متأثر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی، مگر ان کے سینے میں بھیڑیوں کے سے دل ہوں گے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، کیا وہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھارہے ہیں، یا مجھ سے نڈر ہوکر میرے مقابلہ میں جرأت کررہے ہیں، پس مجھے قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر ان ہی میں سے ایسا فتنہ پیدا کروں گا جو ان میں کے عقلمندوں اور داناؤں کو بھی حیران بناکر چھوڑے گا۔(ترمذی شریف)

ریاکار عابدوں کی سزا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب الحزن''، غم کے کنویں سے پناہ مانگو، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جب الحزن کیا ہے؟ ارشاد فرمایا دوزخ میں ایک گڑھا ہے جس سے روزانہ خود دوزخ چار سو مرتبہ پناہ چاہتا ہے، عرض کیا گیا اس میں کون جائے گا، فرمایا اپنے اعمال کا

دکھلا وا کرنیوالے عابد جائیں گے۔(ترمذی شریف)

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا بیشک اللہ کے نزدیک سب سے بدترین عبادت گزاروں میں وہ بھی ہیں جو(ظالم)امراء کے پاس جاتے ہیں یعنی ان کی خوشامد اور چاپلوسی کرتے ہیں۔

احسان جتانے، ایذا پہنچانے اور ریاسے ثواب کا باطل ہونا:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:" یـاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذیٰ کَالَّذِیْ یُنْفِقُ رِئَاالنَّاسِ"۔(سورۂ بقرہ)

اے ایمان والو! مت ضائع کروا پنی خیرات احسان رکھ کراور ایذا دیکر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دکھانے کو۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالی بندوں کو جزاءوسزااورانعامات فرمائے گا تو ریا کاروں کو حکم دے گا کہ انہیں کے پاس جاؤ جن کے دکھانے کو نمازیں پڑھتے اور عبادتیں کرتے تھے، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم لوگ دجال کا تذکرہ کرر ہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس کا میں تم پر دجال سے بھی زیادہ خوف کرتا ہوں، ہم نے عرض کیا ضرور بتلائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شرک خفی ہے مثلاً ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے(اخلاص سے شروع کی ہے،کوئی شخص اس کی نماز کو دیکھنے لگے) وہ آدمی کے دیکھنے کیوجہ سے اپنی نماز لمبی کردے۔

ریا کرنا اللہ کو فریب دینا ہے:

ایک مرتبہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ قیامت کے دن مجھے کس طرح نجات حاصل ہوسکتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کو فریب نہ دو، اس نے عرض کیا اللہ تعالی کو کیسے فریب دیا جاتا ہے، ارشاد فرمایا کہ"کسی کام سے اللہ کے سوا کسی اور کو خوش کرنا اللہ سے فریب کرنا کہلاتا ہے، اس لئے ریا سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ شرک ہے"۔

منافقین کی نماز:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وَاِذَا قَـامُـوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالیٰ یُرَآءُ وِنَ النَّاسَ وَلَایَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا"۔(سورۂ نساء)

اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں مارے جی لوگوں کو دکھانے کو اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر تھوڑا سا۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

اللہ تعالی نے منافقین کی حالت بیان فرمائی ہے، کہ نماز جو نہایت ضروری اور خالص عبادت ہے اور اس کے ادا کرنے میں جانی و مالی کسی مضرت کا اندیشہ نہیں، منافق لوگ اس سے بھی جان چراتے ہیں بجبوری لوگوں کو دکھانے کو اور دھوکہ دینے کو پڑھ لیتے ہیں کہ ان کے کفر کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور مسلمان سمجھے جاویں، پھر ایسوں سے کسی اور بات کی کیا توقع ہوسکتی ہے اور وہ کیسے مسلمان ہوسکتے ہیں اور ظاہر کی مسلمانی کچھ کام نہیں آئے گی۔

عمل آخرت سے دنیا کمانے والے کا انجام:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عمل آخرت کے ذریعہ دنیا طلب کرے گا اس کے چہرہ کا نور ختم کردیا جائے گا، اور اس کا ذکر خیر مٹتا جائے گا، اور اس کا نام جہنمیوں کی فہرست میں ثبت اور درج کردیا جائے گا۔(ترمذی شریف)

اس حدیث پاک میں اس بات پر سخت وعید ہے کہ آدمی دوسروں کے سامنے اپنی دینداری دکھا کر دنیا حاصل کرے مثلاً اپنے آپ کو بزرگ ثابت کرے، اپنی نیکی کے کارنامے، بیان کرے، اپنی بزرگی کی تشہیر کرے، بزرگوں اور مشائخ سے گہرے تعلق اور اپنے او پر انکی توجہ اور تعلق کی تشہیر کرے، جس کے ذریعہ ناواقف لوگ اس کے معتقد ہوکر ہدایا اور تحفے تحائف دینے لگیں، یہ دنیا کمانے کا خوبصورت طریقہ ہے، اللہ تعالی حفاظت فرمائے۔

ریاکار مجاہد، عالم اور سخی کی سزا:

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں

کا فیصلہ ہوگا ان میں ایک تو شہید ہوگا اس کو بلایا جائے گا اور بلانے کے بعد دنیا میں اللہ تعالی کے جو انعامات اس پر ہوئے تھے وہ اس کو یاد دلائے جائیں گے، اس کے بعد اس سے مطالبہ ہوگا کہ اللہ جل شانہ کی ان نعمتوں میں رہ کر تو نے کیا نیک عمل کیا، وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری رضا جوئی میں جہاد کیا، حتی کہ شہید ہوگیا (اور تجھ پر قربان ہوگیا) ارشاد ہوگا کہ یہ جھوٹ ہے تو نے جہاد اس لئے کیا تھا کہ لوگ بڑا بہادر بتائیں گے، وہ تجھے بڑا بہادر بتا چکے ہیں (جو غرض عمل کی تھی وہ پوری ہوگئی ہے) اس کے بعد اس کو جہنم میں پھینک دینے کا حکم کیا جائے گا اور تعمیل حکم میں اس کو منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

دوسرا شخص عالم ہوگا جس کو بلا کر اللہ جل شانہ کے انعامات اور احسانات جتا کر اس سے بھی دریافت کیا جائے گا کہ اللہ جل شانہ کی ان نعمتوں میں تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور لوگوں سکھایا تیری رضا جوئی میں قرآن پاک پڑھتا رہا، ارشاد ہوگا کہ یہ سب جھوٹ ہے، یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بڑا عالم، بڑا قاری ہے، سو لوگوں نے کہہ دیا ہے (اور جو مقصد محنت سے تھا وہ حاصل ہو چکا ہے) اس کے بعد اس کو بھی جہنم میں پھینکنے کا حکم کیا جائے گا، اور تعمیل حکم میں منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تیسرا شخص ایک سخی ہوگا، جس پر اللہ جل شانہ نے دنیا میں بڑی وسعت فرما رکھی تھی، ہر قسم کے مال سے اس کو نوازا تھا، اس کو بلایا جائے گا، اور جو انعامات اللہ جل شانہ نے اس پر دنیا میں فرمائے تھے وہ جتا کر سوال کیا جائے گا کہ ان انعامات میں تیری کیا کارگزاری ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے خیر کا کوئی موقع جس میں خرچ کرنا آپ کو پسند ہو ایسا نہیں چھوڑا جس میں آپ کی خوشنودی کے لئے خرچ نہ کیا ہو، ارشاد ہوگا یہ جھوٹ ہے تو نے محض اس لئے خرچ کیا کہ لوگ کہیں گے بڑا سخی شخص ہے، سو کہا جا چکا ہے، اس کے بعد اس کو بھی جہنم میں پھینکنے کا حکم ہوگا، اور تعمیل حکم میں منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مشکوۃ)

مہربند اعمال ناموں کے پھینکنے کا حکم:

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''قیامت کے دن مہر شدہ اعمال نامے لائے جائیں گے، اور وہ اللہ تعالی کے سامنے پیش کئے جائیں گے، اللہ تعالی بعض لوگوں کے نامہ اعمال کے بارے میں فرمائیں گے، ان کو قبول کرلو اور بعض لوگوں کے نامہ اعمال کے بارے میں فرمائیں گے، ان کو پھینک دو، فرشتے عرض کریں گے، آپ کی عزت وجلال کی قسم ہم نے ان اعمال ناموں میں بھلائی کے علاوہ تو کچھ اور دیکھا نہیں، اللہ تعالی فرمائیں گے وہ اعمال میرے لئے نہیں کئے تھے، اور میں آج کے دن انہی اعمال کو قبول کروں گا جو صرف میری رضا کے لئے کئے گئے تھے''۔

قیامت میں ریا کار کی رسوائی:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ دنیا میں شہرت اور دکھلانے کے لئے کوئی نیک عمل کرے گا اللہ تعالی قیامت دن اس بات کو تمام مخلوق کے سامنے شہرت دیں گے (کہ اس شخص نے نیک اعمال لوگوں کو دکھلانے کے لئے کئے تھے، جس کی وجہ سے اس کی رسوائی ہوگی)۔ (طبرانی)

شرک خفی سے محفوظ رہنے کی دعا:

حضرت موسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیان کیا جس میں یہ ارشاد فرمایا: ''لوگو! اس شرک (ریاکاری) سے بچتے رہو کہ یہ چیونٹی کے رینگنے کی آواز سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے'' ایک شخص کے دل میں سوال پیدا ہوا اس نے پوچھا یارسول اللہ! ہم اس سے کیسے بچیں، جب کہ یہ چیونٹی کے رینگنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ پڑھا کرو'' اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نُشْرِكَ شَيْئاً نَعْلَمُهُ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُهُ'' اے اللہ! ہم آپ سے پناہ مانگتے ہیں، اس شرک سے جس کو ہم جانتے ہیں اور آپ سے معافی مانگتے ہیں، اس شرک سے جس کو ہم نہیں جانتے۔ (مسند احمد)

تبصرے

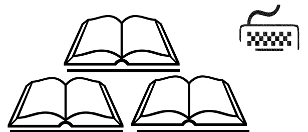

نئی کتابوں پر تبصرہ

مولانا عبدالقیوم حقانی خالق آباد، نوشہرہ/ محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: تذکرہ حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی

نام مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

مبصر: مولانا عبدالقیوم حقانی

حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی علم، قلم، مطالعہ و کتاب، تحریر، تقریر، درس و تدریس اور فروغ و ترویج علم کے حوالے سے ایک جانا پہچانا اور محبوب نام ہے، موصوف نے متعدد مفید دینی کتابیں تحریر فرمائی ہیں، جو اپنے موضوع پر زبردست علمی معلومات کا خزانہ ہیں، یہ کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس میں سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند و شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ مولانا سید محمد میاں کے خاندانی حالات، حسب و نسب، تعلیم و تربیت، خدمات، تصنیفات و تالیفات اور اوصاف و خصائل جمع کئے گئے ہیں۔

الغرض یہ ایک علمی مرقع اور تاریخی دستاویز ہے، تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب بڑی مفید اور کارآمد ہے، میں نے شروع کی تو ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالی اور اب دوبارہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کو کہ انہوں نے یہ کتاب مرتب فرما کر مخلوق خدا کو مولانا سید محمد میاں کے سوانح و افکار سے روشناس کرایا، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس سے عوام و خواص کو مستفید فرمائے، کتاب کی ضخامت ۲۴۰ر صفحات ہے، مضبوط جلد اور ٹائٹل جاذب نظر، قیمت ۱۰۰ر روپئے درج ہے۔

نام کتاب: مختصر تجوید القرآن

نام مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

مبصر: مولانا عبدالقیوم حقانی

''علم تجوید'' قرآن کریم کی صحیح تلاوت کے لئے جتنا ضروری ہے، ہمارے یہاں اتنی ہی اس سے غفلت برتی جارہی ہے، اسی غفلت کا ثمرہ ہے کہ علم تجوید کے قواعد آسان اور منظم انداز سے اردو زبان میں بہت کم مرتب کئے گئے ہیں، مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے پیش نظر رسالہ تالیف کر کے علم تجوید کے شائقین کے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا۔

مؤلف رسالہ ماشاء اللہ عالم بھی ہیں اور قاری بھی، مفتی بھی ہیں اور مصنف بھی، پیش نظر رسالہ کے مفید ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس کتاب کو پسند فرمایا ہے اور اس پر تقریظ تحریر فرمائی ہے، جہاں اسلوب بیان کا تعلق ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاضل مؤلف کو تجوید و قرأت کا علم اردو داں حضرات تک پہنچانے کی خاص توفیق اور اس کا عمدہ سلیقہ مرحمت فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دین متین کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے، ۶۴ر صفحات پر مشتمل اس مفید رسالے کی قیمت صرف ۲۰ر روپئے ہندوستانی ہے۔

نام کتاب: ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

نام مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

مبصر: مولانا عبدالقیوم حقانی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری ہندوستان کے ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں، جنہوں نے اس خطے میں ہزاروں لوگوں کو گمراہی کے راستے سے ہٹا کر ہدایت کے راستے پر ڈال دیا، ان کے نفس قدسی نے یاد خدا کی کئی مشعلیں روشن کیں، پیش نظر کتاب میں حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے ملفوظات جمع کئے ہیں، حضرات اولیاء کرام کے ملفوظات قلب میں انابت و خشیت کا سوز و گداز پیدا کرنے کیلئے بے حد تاثیر کے حامل ہوتے ہیں، چنانچہ پیش نظر کتاب کے ملفوظات میں بھی یہ خاصیت بدرجہ اتم موجود ہے، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب موصوف کی اس کاوش کو بھی قبول فرمائے اور امت کیلئے نفع کا ذریعہ بنائے، کتاب کے ۱۲۴ر صفحات اور ہدیہ صرف ۵۰ر روپئے ہے۔

نام کتاب: دعاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

نام مؤلف: مولانا محمد شاہد الناصری الحنفی

صفحات: ۲۶۳ / قیمت: درج نہیں

ناشر: ادارہ دعوت السنہ، ایکتا نگر گلی نمبر ۷ / رینو گنیش نگر ویلفیئر سوسائٹی، چارکوپ، کاندیوالی (ایسٹ) مہاراشٹر

مبصر: محمد مسعود عزیزی ندوی

پیش نظر کتاب ''دعاء الرسول'' حضرت مولانا محمد شاہد صاحب ناصری حنفی کی معرکۃ الآ راء کتاب ہے، مولانا موصوف قلم وکتاب اور اپنی وسیع النظر فی اور بلند اخلاق اور اعلی کردار کے حامل ایک معروف عالم دین ہیں، جن کو اللہ تعالی نے بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے، وہ ''حج میگزین'' کے نائب مدیر ہیں، ان کی تحریریں پسند کی جاتی ہیں، انہوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، یہ بہت اہم موضوع ہے، دعاء کو حدیث پاک کے اندر عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے، اس وقت پوری دنیا کا نظام لینے دینے اور مانگنے کے ذریعہ چل رہا ہے، ہر ایک اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے دوسرے سے مدد مانگ رہا ہے، اور یہ مدد مانگنے کے سارے طریقے اپنے اپنے حساب سے کام کرر ہے ہیں، اور سامنے والے پر اثر ڈالتے ہیں، مگر مانگنے کا طریقہ خالق کائنات سے اچھا کون بتلا سکتا ہے، اور خالق کائنات جس طریقے کو محبوب رب العالمین کی زبان صدق کے ذریعے سکھلائے تو اس سے زیادہ اور جینئل Original اور گارنٹیڈ Guaranteed کیا طریقہ ہوسکتا ہے، جب حاکم اعلی درخواست کا مضمون خود بتلائے، تو اس درخواست کے قبول ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں مؤلف موصوف نے زندگی کے شب روز میں پیش آنے والے واقعات اور حالات کی دعائیں اور درخواستیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جمع کردی ہیں، جن کو پڑھ کر ہر مسلمان اپنے پروردگار سے اپنی ضروریات پوری کراسکتا ہے، شب وروز کی تمام دعائیں ترجمہ کے ساتھ پیش کردی ہیں، اس طرح یہ کتاب بہت نافع اور اہم ہوگئی ہے، شروع کتاب میں اکابر علماء کرام کی تصدیقات اور تقریظات بھی ثبت ہیں، جن سے مزید کتاب کی وقعت واہمیت بڑھ جاتی ہے، اور اس کے مستند ہونے میں کوئی شک ہی باقی نہیں رہتا، اللہ تعالی مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

نام کتاب: غیبت کے نقصانات

نام مؤلف: مولانا محمد شاہد الناصری الحنفی

صفحات: ۶۴ / قیمت: درج نہیں

ناشر: جامعہ احسن المعارف نالا سپارہ (ایسٹ) تھانے، مہاراشٹر

مبصر: محمد مسعود عزیزی ندوی

پیش نظر کتاب بھی حضرت مولانا محمد شاہد ناصری حنفی صدر ادارہ دعوۃ السنہ مہاراشٹر اور نائب مدیر ''حج میگزین'' کے رواں قلم سے نکلا ہوا ایک بہترین شاہکار ہے، جو موضوع مصنف علام نے اس کتاب میں اختیار کیا ہے، اس وقت ہمارے اسلامی معاشرے میں ایک ناسور کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، اور اس نے اپنی لپیٹ میں لمبے لمبے جبے والوں اور لمبی لمبی تسبیح والوں کو بھی لے لیا ہے، ان کی عام مجلسیں کیا خاص مجلسیں بھی اس عظیم گناہ سے نہیں بچ پاتی ہیں، اس کی اہمیت اس حدیث سے معلوم ہوسکتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت اپنی شناعت وقباحت اور برائی میں زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، قرآن کریم میں اس فعل کے مرتکب کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کو کھانے والے سے تعبیر کیا ہے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

اس نازک اہم اور ضروری موضوع پر یہ کتاب ہر جگہ اور ہر ملک کے لئے بہترین گائڈ اور رہنما کتاب ہے، راقم سمجھتا ہے کہ عوام سے زیادہ یہ کتاب علماء کے سرہانے رکھنے کے قابل ہے۔

مولانا موصوف نے اس کتاب میں غیبت کے دنیوی اور اخروی نقصانات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سہل زبان میں بیان کردیا ہے، جس سے معمولی صلاحیت والا آدمی بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے، اللہ تعالی مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کے نفع کو عام اور تام فرمائے۔

مراسلات

MarkazulhyailFikrilIslami,Muzaffarabad,Saharanpur(u.p)

محترمی جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد تسلیمات! امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، عرض اینکہ آں محترم کی کاوش لطیف بنام ''امامت کے احکام ومسائل'' موصول ہوئی، جزاکم اللہ

کتب خانہ جامعہ میں ایک نئی کتاب کا اضافہ ہوا، جس سے انشاء اللہ طلبہ واساتذہ کرام بھی استفادہ کریں گے، اللہ تعالی آپ کی اس تالیف کو قبولیت عامہ نصیب فرمائے، آمین۔

طباعت، کتابت، ضخامت، ٹائٹل ماشاء اللہ سب ہی دیدہ زیب اور دلکش ہے، دعوات صالحہ میں یاد فرمائیں۔ والسلام

۲۷؍محرم ۱۴۳۵ھ عبداللہ المظاہری

جامعہ مظہر السعادۃ، ہانسوٹ، گجرات

مکرمی ومحترمی جناب حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف! حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا ہوں، صحیح مسلم کی شرح پر کام کر رہا ہوں، دو جلدیں چھپ گئی ہیں، مواجہ شریف میں ادب واحترام میں سناتا رہا، مزید کام بھی حرم نبوی میں ہوتا رہا ''کتاب الایمان'' کے بعد ''کتاب الطہارۃ'' پر کام کا آغاز کر دیا ہے، کتاب الایمان کی غالبًا تین جلدیں یکے بعد دیگرے پریس بھیجی جاتی رہیں گی، انشاء اللہ۔

چونکہ آپ اول روز سے میرے شفیق، مہربان، سرپرست، محسن اور میری ہر کام میں سرپرستی، حوصلہ افزائی، تشجیع اور بھرپور مخلصانہ تعاون فرماتے رہے ہیں، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میرے تمام علمی ودینی کاموں اور جامعہ ابوہریرہ کے خدمات میں آپ کا برابر کا حصہ ہے اور میرے تمام کام تمام اساتذہ اور والدین کی طرح آپ کے لئے بھی صدقہ جاریہ ہیں، لیجئے! یہ شرح صحیح مسلم کی پہلی دو جلدیں آپ کی نذر کی جارہی ہیں۔

شرح صحیح مسلم بیس جلدوں میں انشاء اللہ مکمل ہوگی، جوں جوں چھپتی رہے گی آپ کی خدمت میں بھیجتا رہوں گا، غرض حصول دعاء اور قلبی مسرت ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ بھی اسے اپنے لئے صدقہ جاریہ سمجھیں گے، پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ موجودہ حالات میں اس شرح کی ضرورت بھی تھی کہ اب تک اردو زبان میں مکمل اور مفصل درسی شرح علماء دیوبند کی بھی نہ آسکی، یہ اساتذہ حدیث اور طلبہ حدیث کی اولین ضرورت ہے جس کی اللہ تعالی مجھے توفیق دے رہے ہیں، موصول ہونے پر مطلع فرمادیں تو احسان ہوگا، موقع ملے اور فرصت وسہولت ہو اگر تحریری تأثرات بھی ہو جائیں تو حدیث کے ایک خادم کی حوصلہ افزائی ہوگی، واجرکم علی اللہ۔

القاسم کا تازہ شمارہ ''شرح صحیح مسلم'' کا تعارفی نمبر ہوگا انشاء اللہ، اگر آپ نے شرح پر بہ سہولت تبصرہ یا مقالہ تحریر فرمایا تو تازہ شمارہ میں شریک اشاعت ہوگا، آپ بذریعہ ای میل بھیج دیں، آپ کی تمام کتابوں پر تبصرے شائع ہو چکے ہیں، امید ہے کہ مل گئے ہوں گے، اس سے قبل کراچی سے بھی آپ کی کتابیں چھپی ہیں، جن پر القاسم میں تبصرہ ہو چکا ہے، امید ہے کہ نظر سے گزرا ہوگا۔

۴؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ والسلام

عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی خالق آباد، نوشہرہ

مخدوم مکرم حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف! پاکستان کے بعض جلیل القدر اداروں کی جانب سے آپ کی چھوٹی بڑی اور ضخیم کتابیں منظر عام پر آنے لگی ہیں، تبریک قبول فرمایئے، علمی، دعوتی، اصلاحی، تدریسی، تعلیمی، تصنیفی، تاریخی اور ادبی عظمتیں مبارک ہوں۔

آج بے انتہا خوش ہوں، آپ کی علمی کاموں کی مقبولیت دیکھ کر بہت مسرت ہوئی، بے اختیار تبریک نامہ لکھ دیا۔

امید ہے میری شرح صحیح مسلم کی دو جلدیں آپ کو پہنچ گئی ہوں گی، بیرون ملک کے لئے اپنے پرچے کا لفافہ مضبوط بنایئے گا، ضائع ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، بعض پرچے نہیں ملتے، اندازہ یہ ہے کہ لفافہ پھٹ جاتا ہوگا، ہم بھی ''القاسم'' کے لئے بیرون ملک بھیجے جانے والا لفافہ مضبوط بنا رہے ہیں۔

والسلام

۸؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی خالق آباد، نوشہرہ